دوسرا کپ کافی

حسنین ملک

دوسرا کپ کافی

حسنین ملک

اہتمام اشاعت: وقار ندیم احمد

اشاعت اول: 2021ء

تعداد: 500

پرنٹرز: تسکینِ ذوق پرنٹرز، لاہور

قیمت: 700.00

DUSRA CUP COFFEE
Hassnain Malik

Copyright: 2021 - 1st Edition

Published by:
Taskeen-e-ZauQ Publishers
152-H/II, Model Town, Lahore - Pakistan.

Cell: +92 300 4470112
Email: waqarnadeem@hotmail.com
www.taskeen-e-zauq.com
www.facebook.com/taskeenezauq

Price: PKR 700.00

All rights reserved by the author.

انتساب

یہ کتاب میں اپنے والدین کے نام کرتا ہوں
جنکی دی ہوئی مخلص آزادی نے مجھے
بہت سی غلامیوں سے بچالیا

فہرست

کتابوں کی خدا	7
نبی کی اتباع	16
اِفک	31
خُفیہ قرآن	38
عشقِ مجازی	59
درود وسلام	73
حکمت ودانائی	87
طوطے	95
صحابی جِن	100
جہاد وفساد	131
کافر ہی کافر	139
پہلا کپ کافی	153
حرفِ آخر	173

کسے خبر تھی کہ لے کر چراغِ مصطفوی
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

(جمیل مظہری)

کتابوں کی خدا

انھوں نے کافی کا کپ میز پر رکھا اور فرمایا۔

”قرآن کو پڑھنے کے لئے سب سے پہلے جو یقین انسان کے دل میں ہونا چاہیے وہ دو باتوں کا ہے۔پہلی یہ کہ اللہ کی کتاب مکمل ہے اور دوسری یہ کہ اللہ کی کتاب مفصل ہے۔ یہی دونوں باتیں اللہ نے بار بار قرآن میں ارشاد فرمائی تا کہ ہمیں حق الیقین ہو جائے ان دونوں باتوں پر جیسا کہ فرمایا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا

ترجمہ : خاص تعریفیں اس کے لئے جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں کوئی کمی نہ چھوڑی ۔(الکہف 1)

یہاں اللہ نے دعویٰ کر دیا ہے کہ قرآن میں کوئی کمی کوئی کسر نہیں ہے اس لئے پڑھنے والے کو کامل یقین ہونا چاہیے اس کے مکمل ہونے پر دوسری جگہ تفصیل کے متعلق فرمایا۔

وَهُوَ الَّذِيْ أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلاً

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف کتاب اتاری مکمل تفصیل کے ساتھ۔

(الانعام 114)

یہاں مکمل تفصیل کا ذکر کر کے اللہ نے اپنی کتاب کے مفصل ہونے کی سند بھی دے دی تا کہ پڑھنے والے کو یقین ہو کہ اسی میں سے مکمل تفصیلات بھی مل جائیں گی جب انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ میں وہ کتاب پڑھ رہا ہوں جو مکمل بھی ہے اور مفصل بھی تو انسان کا ذہن اِسی کے احکامات کو مکمل اور پوری تفصیل کے ساتھ سمجھ کر ان پر عمل کرتا ہے اور اسے یقین ہوتا ہے کہ یہ کتاب اپنی تکمیل اور تفصیل کے لئے کسی اور کتاب کی محتاج نہیں ہے۔ اسی کو اللہ نے ایمان کہا ہے۔ اللہ اپنے قانون کے بارے میں بالکل واضح ہے۔ وہ اپنے قانون کے بارے میں نہ تو کسی کے مشورے کا محتاج ہے نہ کسی دلیل کا اسی لئے اس نے صاف الفاظ میں فرما دیا ہے قرآن میں۔

وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا

ترجمہ: وہ کبھی کسی ایک کو بھی اپنے فیصلوں میں شریک نہیں کرتا۔ (الکھف 26)

اللہ نے اپنے فیصلوں میں انبیاء کو شریک نہیں فرمایا تو باقی کسی کی کیا اوقات ہو سکتی ہے؟ بلکہ انبیاء ہی اسی کے فیصلوں کی چلتی پھرتی تصویر ہوا کرتے تھے۔ جو لوگ اللہ کے احکامات کے علاوہ فیصلے اور فتوے دیتے ہیں ان سے بڑا مُشرک کون ہو سکتا ہے۔ اللہ نے

جو پیغام انبیاء کو ہمارے لئے دیا وہ انھوں نے ایک لفظ کی تبدیلی کیے بغیر ہم تک پہنچا دیا لیکن انبیاء کے بعد لوگ ان سب تعلیمات کو چھوڑ کر اپنے اپنے مفادات میں لگ جاتے ہیں ویسے تو انبیاء کی زندگی میں یہ سلسلہ جاری رہتا ہے مگر انبیاء کے کردار اور عزم کی بلندی ایسے افراد کو پنپنے نہیں دیتی تھی ۔اسی لئے اللہ نے فرمایا۔

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ

ترجمہ : لوگوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنالیا اللہ کو چھوڑ کر۔ (التوبہ 31)

اللہ کو کتنا دکھ پہنچتا ہوگا جب لوگ ایسا کرتے ہونگے، تمھارا کوئی بہن بھائی ہو جو تم سے بے حد محبت کرتا ہو اور تم انھیں چھوڑ کر کسی اور کو بہن بھائی بنا کر ان کے ساتھ محبت کرنے لگ جاؤ اور اپنے بہن بھائی کو بالکل چھوڑ دو تو کتنے دکھ کی بات ہوگی اُن کے لیے ۔ اور یہاں تو وہ اللہ ہے جو ستّر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے مگر لوگ اسے چھوڑ کر اپنے علماء اور درویشوں کو رب کی حیثیت دینا شروع کر دیتے ہیں۔

اللہ کی محبت ستر ماؤں سے زیادہ ہے تو اللہ کو ہماری نافرمانیوں پر دکھ بھی ستر ماؤں سے زیادہ ہوتا ہے سادہ سا اصول ہے کہ جتنی محبت ہوتی ہے اتنا ہی دکھ بھی ہوتا ہے۔

"میں تمھاری آسانی کے لئے جتنی باتیں قرآن نے اپنے بارے میں لکھی وہ سب ایک جگہ بیان کر دیتا ہوں شاید ایسے زیادہ اِس خیال کو زیادہ تقویت ملے"۔

یہ نہایت مبارک کتاب ہے، یہ باعث برکت ہے، یہ باعث رحمت ہے

یہ ہدایت ہے، یہ صراطِ مستقیم ہے، یہ حق ہے

اِس میں کوئی شک نہیں ہے

الفرقان ہے یعنی حق و باطل میں فرق کرنیوالی

انسانیت کی رہنما ہے

تصدیق کرتی ہے پہلی کتابوں کی

اسکی آیات فیصلہ کن ہیں

یہ نصیحت ہے، یہ نور ہے

یہ محافظ ونگہبان ہے

اِس میں مکمل تفصیل ہے

اِس میں مکمل وضاحت ہے ہر چیز کی

اسکی اتباع لازم ہے نبیوں پر بھی اور عوام لناس پر بھی

اس میں کوئی کمی نہیں ہے

اس میں حکمت و دانائی ہے

یہ کتاب امام ہے

یہ کتاب شفا ہے

یہ آسان ترین ہے

یہ تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں داخل کرتی ہے

اِس کو کوئی بدل نہیں سکتا

اس کے جمع کرنے اور اسکی حفاظت کرنے کی ذمہ داری بھی اللہ پر ہے

یہ غور وفکر کی دعوت دیتی ہے

یہ سب تو وہ خوبیاں ہیں جو فوری فوری مجھے یاد آگئیں اس کتاب کے بارے میں، اب میری تو سمجھ سے باہر ہے اور کون سی چیز ہے جسکی ہمیں ضرورت ہے اور وہ اس کتاب میں نہیں ہے جسکا دعوی ہے کہ یہ مکمل بھی ہے اور مفصل بھی۔

میں ایک آیت سناتا ہوں تم اس پر غور کرو اور بتاؤ تمھیں کیا سمجھ آتا ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

ترجمہ :اور جب قرآن پڑھا جائے پس غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحمت ہو۔

(الاعراف 204)

وہ یہ آیت پڑھ کہ خاموش ہو گئے۔ انھوں نے کافی کا کپ میز سے اُٹھایا اور مجھے وقت دینے کے لئے اس کو پینے لگ گئے۔ میں کافی دیر سوچتا رہا کہ کوئی خاص بات ہی ہوگی جس طرف میری توجہ مبزول کی جارہی ہے مگر آیت پڑھ کر تو اتنا ہی سمجھ آرہا تھا کہ قرآن کے آداب بتائے جارہے جب پڑھا جائے تو غور سے سننا چاہیے خاموش ہو کر اور ایسا کرنے سے رحمت ہوگی۔ اس کے علاوہ مجھے کچھ نہیں سمجھ آرہا تھا اور ویسے بھی جلدی جلدی میں سوچتے وقت میرا دماغ بھی صحیح کام نہیں کرتا۔ ایسے میں انھوں نے کافی کا کپ رکھا اور میری طرف دیکھا۔ ان کی آنکھیں ویسے بھی مجھے ایکسرے مشین کی طرح لگتی تھیں جو انسان کے اندر تک جھانک لیتی تھی۔ میں نے عاجزی میں عافیت جانتے ہوئے کہا۔

''حضرت میری کم عقل میں تو یہی بات آ رہی ہے کہ قرآن سننے کے آداب بتائے جا رہے ہیں کہ جب تلاوت ہو تو خاموشی سے سنی چاہیے باقی آپ ہی وضاحت فرما دیں''۔

وہ بولے۔

''تم نے آیت کے پہلے جز پر غور کر لیا اور صحیح بتایا کہ جب کوئی ہمیں قرآن کی آیات سنا رہا ہو تو اسے نہایت غور سے ہی سننا چاہیے یہ اس کتاب کا حق ہے لیکن آیت کے وسط میں ایک 'وْ' ہے جس کے بعد لکھا گیا کہ خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اگر کوئی بھی گفتگو ہو، کلام ہو یا کتاب پڑھی جا رہی ہو تو اس کو سننے کے لئے خاموش تو ہونا ہی پڑتا ہے یہ تو نہایت سادہ سی بات ہے۔ جب کہہ دیا گیا تھا کہ قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو، یہیں سے پتہ چل جاتا کے سننے والا بول نہیں رہا ہوگا تبھی تو وہ سُن پائے گا۔ یا تو پہلے کہا جاتا کہ خاموش ہو جاؤ اور سنو پھر تو بات سمجھ آتی کہ جب قرآن پڑھا جائے تو پہلے خاموش ہو جانا چاہیے اور قرآن کو سننا چاہیے مگر یہاں کچھ اور کہا جا رہا ہے۔ قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو یعنی کہ خاموش تو ہو گیا سننے والا۔ اب سننے کے بعد کہنا کہ خاموش ہو جاؤ تا کہ تم پر رحمت کی جائے یہ الگ بات تھی اور یہی غور طلب بات تھی۔

دیکھو اکثر ایسا ہی ہوگا کہ جب کسی کو بھی یا کسی بھی موضوع پر بھی تم لوگوں کو قرآن کی آیت سناؤ گے اور سننے کے بعد اگر وہ اُس سے متفق نہیں ہونا چاہیں گے تو بدلے میں یا تو کوئی مرضی کی تاویل پیش کر دیں گے یا کوئی حدیث یا قول یا واقعہ جبکہ یہ سارا کچھ مل کر

بھی قرآن کی ایک آیت کے مقابلے میں بھی نہیں آسکتا۔اس لئے اللہ نے الگ سے فرمایا کہ قرآن کو سننا اور خاموش رہنا ایسا نہ ہوتم آگے سے بحث شروع کر دو یا آیت کو ماننے سے انکار کر دو یا اس کے بدلے میں کوئی اور عذر پیش کرنے کی کوشش کرو۔اس لئے سننے کے بعد جب انسان کے دل میں اسکے خلاف کوئی بھی بات یا قول یا واقعہ پیش کرنے کا خیال پیدا ہو رہا ہو تو اللہ نے فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ کیونکہ یہ قرآن ہے، یہ خدا کی کتاب ہے اور بیٹا یاد رکھنا۔

"خدا کی کتاب، کتابوں کی خدا ہوتی ہے اور خدا کے آگے کسی کی نہیں چلتی"

میرے منہ سے اونچا سا 'واہ' نکلتے نکلتے رہ گیا شکر ہے رک گیا ورنہ ایسی تعریفات سے مجھے منع کیا گیا تھا اس محفل کے دوران۔یہ جملہ بار بار دل میں بجتا رہا کسی پسندیدہ ساز کے تار کی طرح اور آج تک بجتا ہے۔بعض مصرعے کسی وجد، کسی الہام، کسی وحی کی طرح دل میں اتر جاتے ہیں اور پھر کبھی نہیں نکلتے۔"خدا کی کتاب، کتابوں کی خدا ہوتی ہے اور خدا کے آگے کسی کی نہیں چلتی" یہ جملہ کافی دیر تک ذہن میں کسی پسندیدہ نام یا نغمے کی طرح گونجتا رہا۔

انھوں نے ایک آیت سے گفتگو آگے بڑھائی۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَاللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ

ترجمہ :مومن تو وہ ہیں جن کے دل اللہ کی نصیحت سے کانپ جاتے ہیں اور جب تلاوت ہوتی ہے تو ان کے ایمان میں اضافے کا باعث بنتی ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرنے والے ہیں۔(الانفال 2)

آج پھر وہ ایک مومن نظر آیا جسکا دل اللہ کے ذکر سے ارتعاش کرتا تھا، قرآن کے آیتیں جس کے ایمان میں اضافہ کر رہی تھیں ،آج پہلی دفعہ زندگی میں سمجھ آئی تھی کہ کیسے کوئی اللہ کی آیت سُن کر کیسے کانپتا ہے اور کیسے کسی کے ایمان میں اضافہ کرتی ہیں۔شاید اسی وجہ سے زندگی میں ایک نمونہ ضروری ہے جسکو دیکھ کر انسان کا یقین پختہ ہو، اِسی لئے انبیاء کو بھیجا گیا تا کہ وہ اللہ کے احکامات کو عملی شکل میں دکھا کر لوگوں کے دلوں میں اتار دیں۔ ایسا ایک اُستاد مِلنا زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اِتنا دل سے شکرانہ میں نے زندگی میں کم ہی چیزوں کا ادا کِیا تھا جتنا آج اللہ کی اِس نعمت پر کِیا جو اُس نے میری ہدایت کے لئے عطا فرمائی تھی۔وہ بولے۔

’’قرآن کو سمجھنے کی خاطر پڑھتے وقت ایک ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جس میں اللہ کے نور کی تجلی انسان کے قلب پر پڑتی ہے اور قلب کے سارے سوراخوں کو نور سے بھر جاتی ہے تا کہ انسان کا قلب ایسا برتن بن جائے جس میں وہ نور قائم رہ سکے مگر ایسا تب ہی ہوتا جب انسان کا دل و دماغ اس تجلی کے شوق اور لگن میں سرگرم رہتا ہو اور اگر دل کا برتن کمزور ہو تو یہ نور ٹپک جاتا ہے اس میں سے۔ ہمارے نبی کی امت میں انسان کا قلب اس نظارہ کا تب ہی متحمل ہو سکتا ہے جب اول تو وہ نقص، گناہ اور دوسروں کو تکلیف دینے سے پاک ہو جانے کی طرف چل پڑتا ہے یا اس کا آغاز کر دیتا ہے دوم وہ اِسی پر عمل کرنے کی

ٹھان لیتا ہے۔ ایسا ہونے سے بندے میں خالق کی عادات کا عکس نظر آنا شروع ہو جائے گا، وہ لوگوں سے حسنِ سلوک کرے گا اگر چہ وہ اس کو دکھ ہی کیوں نہ دے رہے ہوں، وہ لوگوں کو مشکل میں نہیں ڈالے گا اگر چہ لوگ اسے مشکل میں ہی ڈال رہے ہوں اور سب سے بڑھ کر وہ بدلہ لینے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی معاف کر دے گا، یہ اصل میں خالق کی خصوصیات ہیں جو مخلوق میں اپنا عکس ظاہر کرتی ہیں اور یوں اللہ کا نور اپنا رنگ دکھاتا ہے اسی کو اللہ نے قرآن میں 'صبغۃ اللہ' کہا ہے یعنی اللہ کا رنگ۔ اتنا کہہ کر انھوں نے سورۃ البقرۃ کی آیت پڑھی تھی۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً

ترجمہ : اللہ کا رنگ! اور اللہ کے رنگ سے بہتر کون سا رنگ ہو سکتا ؟

(البقرۃ138)

پھر انھوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور کافی دیر تک ان کے ہونٹ ہلتے رہے تھے جیسے وہ اس آیت کو دہرا رہے ہوں اور ساتھ ساتھ ہلکا سا سر ہلاتے جا رہے تھے جیسے اکثر لوگ اپنی پسند کا میوزک سن کر ہلاتے ہیں۔ وہ اس آیت کو اپنے اوپر طاری کر رہے تھے اور میں حسرت سے دیکھ رہا تھا، صرف دیکھ رہا تھا کیونکہ ایسا کر نہیں سکتا تھا۔

دیکھ رہا تھا کہ اللہ کا رنگ کیسا ہوتا ہے۔۔۔

نبی کی اتباع

''حضرت یہ فرمائیں کہ وہ جو سورۃ حشر کی آیت نمبر 7 میں ہے کہ رسول جو تمھیں دیں وہ لے لو اور جس سے روک دیں اُس سے رُک جاؤ، اِس کو جواز بنا کر ہر فرقہ اپنی اپنی حدیثوں، روایتوں اور تاریخوں کو اپنے اپنے ماننے والوں پر مسلط کرتا ہے اور عوام بیچاری چپ کر کے عمل کرتی جاتی ہے یہ سوچے بغیر کہ ہم اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے سے دور ہو رہے ہیں، ہمارے طریقے ہماری مسجدیں اور ہمارے تہوار الگ سے الگ تر ہوتے جا رہے ہیں۔ حدیثوں کو بنیاد بنا بنا کر ایک دوسرے کو کافر ثابت کرنا تو آجکل کوئی مشکل کام ہی نہیں رہا، ہر فرقے نے ہر دوسرے فرقہ کے بارے میں یہ فتویٰ دے دیا ہوا ہے۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

ترجمہ :اور جو رسول تمھیں دے دیں وہ لے اور جس سے روک دیں رک جاؤ۔

(الحشر 7)

اور اسکے علاوہ اطاعت والی آیات بھی مشہور ہیں جو کئی جگہ آئی ہیں جیسا کہ

وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ
ترجمہ : اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی تا کہ تم پر رحم کیا جائے ۔(آلِ عمران 132)

اب اسی کی بنیاد بنا کر کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ کی اطاعت بھی لازمی ہے اور اس اطاعت کو یہ لوگ اپنی کتابوں اور روایتوں سے اپنی اپنی مرضی سے پیش کرتے ہیں اور عوام چپ کر کے آنکھیں بند کر انھیں کے پیچھے چل پڑتی ہے۔آپ کیسے وضاحت فرمائیں گے؟“

انھوں نے فوراً جواب دیا جیسے وہ اس سوال کے لئے تیار بیٹھے ہوں

”قرآن میں اللہ نے فرمایا ہے کہ

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ
ترجمہ : کہو میں تو صرف اُسی کی اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔
(الانعام50)

یہی بات اللہ نے اپنے نبی کو قرآن میں کئی جگہ ارشاد فرمائی ہے کہ صرف اُسی کی اتباع کرو جو تم پر نازل کیا گیا ہے، اب کوئی ذی شعور انسان اگر سوچے کہ نبی کو حکم ہو رہا ہے صرف نازل کردہ کی اطاعت کرو تو نبی کی زندگی کا ایک ایک لمحہ، ایک ایک عمل، ایک ایک سوچ اور ایک ایک قول سو فیصد اُسی کے مطابق ہوگا جو وحی کی گئی ہے پھر کیسے ممکن ہے کہ نبی کا کوئی قول یا فعل قرآن سے ہٹ کر ہو۔جب نبی کا ہر قول عمل صرف قرآن

کے مطابق ہوگا تو لوگوں کو نبی کی اتباع کرنے میں کیا مشکل ہوسکتی ہے اور لوگوں کے لیے جو تعلیمات ہونگی وہ سب ایک جیسی ہونگی کیونکہ وہ سب تعلیمات قرآن کے تابع ہونگی اور جو قرآن کے تابع یا دوسرے الفاظ میں اللہ کے حکم کے تابع نہیں ہے وہ نبی کا قول یا فعل ہو ہی نہیں سکتا۔ اب ایسے وحی کے تابع نبی کے بارے میں اللہ فرما رہا کہ جو وہ دیں وہ لے لو جس سے روکے رُک جاؤ کیونکہ نہ وہ قرآن سے ہٹ کر کچھ دے گا نہ قرآن سے ہٹ کر کسی بات سے روکے گا۔ نبی کو کوئی بات اپنی طرف سے بتانے سے منع کیا گیا ہے۔

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۖ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا

ترجمہ : اور آپ وحی کے تمام ہونے پہلے قرآن میں جلدی سے کام نہ لیں اور کہیں کہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔ (سورۃ طٰہٰ 114)

اب دیکھو اللہ کتنے واضح انداز میں اپنے نبی کی تربیت فرما رہا ہے کہ آپ اپنی طرف سے لوگوں کو بتانے سے گریز کریں اور قرآن کی وحی کے آنے کا انتظار کریں اور جب تک مطلوبہ وحی میسر نہ ہو تو دعا فرمائیں کہ میرے علم میں اضافہ فرما۔ اور جب وحی آجاتی تو بھی اللہ نے اختیار نبی کی ذاتی مرضی پر نہیں چھوڑا بلکہ اپنی کتاب اور وحی کو دلیل بنایا۔ مزید دیکھو اللہ وضاحت فرما رہا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ

ترجمہ : بیشک ہم نے آپ پر کتاب اتاری سچائی کیساتھ تاکہ آپ لوگوں میں فیصلہ

فرمائیں جیسا اللہ نے کہا ہے۔(سورۃ النساء 105)

کِتنا صاف ہے کہ نبی کا ہر ہر فیصلہ اللہ کی کتاب کی مطابق ہوگا تو پھر آج کوئی فتویٰ یا توضیح قرآن کے خلاف کیسے ممکن ہے۔اس لئے نبی کی اتباع اصل میں قرآن یعنی احکامات الٰہی کی اتباع ہے۔

ایک اور جگہ اللہ نے نہایت سخت انداز میں تنبیہ فرمائی ہے۔

تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۔ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۔ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ

ترجمہ: اِسے جہانوں کے رب نے نازل کیا ہے اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے تو ہم اُن سے بقوت بدلہ لیتے اور اُنکی رگِ دل کاٹ دیتے۔(سورۃ الحاقہ 46-43)

یہ آیت پڑھتے پڑھتے ہوئے انھوں نے آنکھیں بند کر لی کچھ لمحے بند کرنے کے بعد کھولی تو جیسے انکی آنکھوں میں پانی بھر آیا تھا کچھ وقفہ کے بعد بولے۔

"میں جب بھی یہ آیت پڑھتا ہوں تو ڈر جاتا ہوں، اللہ اِتنے جلال میں بہت کم موقعوں پر قرآن میں نظر آتا ہے، میں حیران ہوتا ہوں کہ نبیوں کو ایک لفظ اپنی طرف سے بتانے پر اللہ ان کی رگوں کو کاٹنے کی بات کر رہا ہے تو ہم جیسوں کی کیا اوقات ہے پھر۔ میں سوچتا ہوں میں نے جانے انجانے میں پتہ نہیں کب کوئی ایسی بات کہہ دی ہوگی جسکو کسی نے دین

سمجھ لیا ہوگا تو میرے جیسوں کے ساتھ اللہ کیا سلوک فرمائے گا اگر نبیوں کے ساتھ اتنی سختی اور ناراضگی والا معاملہ ہے تو۔ اس لئے جب بھی یہ آیت دہراتا ہوں تو ایک دفعہ پھر سے توبہ کرتا ہوں کہ یا اللہ اگر میں نے کبھی ایسا گناہ کیا ہے تو تُو مجھے معاف کر دے میں گناہگار ہوں اور آئندہ ہر بات کو کرنے سے پہلے تیرے کلام کو مدِ نظر رکھنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ مجھے توفیق، ہمت اور استقامت دے"۔

یہ کہہ کر جیسے وہ اپنے آنسوؤں کے واپس اندر لیجانے کی کوشش کر رہے تھے مگر میں یہ منظر دیکھ رہا تھا اور میں نے محسوس کیا کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور مجھے خوف سے جھرجھری آئی۔

میں نے سوچا کہ میں نے تو کبھی ان باتوں کی اتنا سنجیدہ لینے کی کوشش ہی نہیں کی۔ پتہ نہیں کیا کیا باتیں تھیں جو کسی ایک جگہ پڑھی یا کسی ایک مولوی سے سنی اور اُن پر اندھا یقین کر کے لوگوں سے بحث میں الجھ گیا اور اپنے نقطہ نظر ثابت کرنے کے لئے خدا جانے کیا کیا کہتا رہا اور آج تک کبھی اِن باتوں پر تو توبہ کا خیال بھی نہیں آیا۔ یہ آیت بھی بیسیوں دفعہ پڑھی تھی مگر ایسا اثر کبھی پہلے نہیں محسوس ہوا تھا۔

میرے سامنے اُن ہستیوں میں سے ایک ہستی تھی جنکے بارے میں قرآن نے کہا ہوا کہ اللہ اِن سے راضی ہے اور وہ ہستی اِس بات پر پریشان ہے کہ اگر نبی کے ساتھ ویسا سلوک ہوسکتا تو اُن کے ساتھ کیسا ہوسکتا ہوگا۔ اُن کا اللہ کے بارے میں اعتقاد، یقین اور عاجزی مجھے اندر سے توڑ رہی تھی۔ میری انا جو چند کتابیں پڑھ کر ایک بُت کی شکل اختیار کر چکی تھی

وہ سامنے بیٹھے ہوئے انسان کے آنسوؤں نے پگھلا کر رکھ دی۔ میں نے خود کو صفر محسوس کیا کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔

فقہ، حدیث، تاریخ، فلسفہ، منطق، علم الکلام، شاعری، ادب اور پتہ نہیں کون کون سے علوم تھے جن کو میں نے چھ زبانوں میں پڑھ رکھا تھا۔ ان چھ زبانوں کے لئے مجھے کسی ترجمے کی محتاجی بھی نہیں تھی مگر یہ سارے بُت مجھے وہ ایک آیت نہیں سمجھا پائے جو اِس سامنے بیٹھے سادہ سے لباس میں ملبوس، سادہ سی زبان میں گفتگو کرنے والے انسان کے خاموش آنسوؤں نے سمجھا دی تھی۔

ان کی آواز آئی تو میں خیالات سے نکل کر پھر ان کی باتین سننے لگا۔

”جہاں اللہ نے کہا کہ نبی کی اتباع کرو وہیں ہمارے نبی سے کہا کہ قرآن کی اتباع کریں جیسا کہ میں نے پہلے آیات پڑھی اور پھر اللہ نے ساری کائنات سے کہا کہ

وَهٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

ترجمہ : اور یہ کتاب جو ہم نے اتاری ہے بابرکت ہے پس تُم سب اِسی کی اتباع کرو اور تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کِیا جائے۔ (سورۃ الانعام 155)

یہ حکم سب کے لئے واضح ہے کہ اسی کتاب کی اتباع کی جائے۔ نبی ہو یا نبی کے گھر کے افراد، صحابی ہو یا صحابہ کے گھر کے افراد ہوں یا باقی دنیا، سب نے اِسی ایک کتاب کی

اتباع کرنی ہے۔اور یہ آیت دیکھو کیا کہہ رہی ہم سے۔۔۔

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ

ترجمہ : کہہ دو کہ میں ہرگز نہیں بدلتا اپنی طرف سے کچھ بھی ، میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے ، میں تو ڈرتا ہوں ہولناک عذاب کے دن سے اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔(یونس 15)

یہاں اللہ نے نبی کی زبانی کہلوا دیا ہے کہ نبی اپنی مرضی سے کوئی ردو بدل نہیں کرتا بلکہ صرف وہی کرتا ہے جو وحی کہتی ہے ۔ اور نبی کو یقین ہے کہ ایسا کرنا ہولناک عذاب کا باعث بن سکتا ہے پھر کیسے ممکن ہے نبی ایسا کرنے کا سوچے بھی۔جب نبی وحی کے خلاف کرنے کو کچھ سوچتا تک نہیں ہے تو اللہ کو یہ کہنے میں اور ہمیں قبول کرنے میں کیا عار ہو سکتی ہے کہ جو نبی دے وہ لے لو اور جس سے روکے اُس سے رک جاؤ''۔

مجھے اُن کی بات سُن کر یاد آیا کہ کافی عرصہ قبل میں ایک دوست کے ساتھ لاہور میں قائم شدہ ایک مذہبی ادارے میں گیا تھا جسکے پرنسپل اور مدرس ایک بہت مشہور عالمی پہچان رکھنے والے ہیں وہاں یہی موضوع شمعِ محفل تھا اور نبی ﷺ کے اختیارات بیان کیے جا رہے تھے ہم تھوڑی دیر سے پہنچے مگر حال بھرا ہوا تھا لوگوں سے اور تقریر رواں تھی۔

تقریر کا لبِ لباب یہ تھا کہ نبی کے پاس تقریباً وہ تمام اختیارات ہیں جو اللہ کے پاس

بھی ہیں وہ ابھی بھی زندہ حاضر ناظر موجود ہیں، دعاؤں التجاؤں اور درودوں کو سنتے ہیں لوگوں کے مسائل حل کرتے ہیں، بہت سے لوگ اُن سے روحانی رابطہ کر کے اُمت کے مسائل بھی ڈسکس کرتے ہیں، وہ عمرہ اور حج پر بلاتے ہیں، بھٹکے ہوؤں کو ہدایت دیتے ہیں، بیماروں کو شفاء دیتا ہیں اور آخر میں ان کو پاکستان اور بھارت کے درمیان ہونے والی جنگوں میں شامل کر کے نعروں کی گرجدار آواز میں تقریب کا اختتام کر دیا گیا۔

تقریر کے بعد میرا دوست بھی میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگ گیا میں نے اُس سے صاف کہا کہ میری اتنی اوقات ہرگز نہیں کہ میں نبی کے کسی بھی اختیار کے بارے میں کچھ بھی لکھ سکوں یا بتا سکوں۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک حال کی پچھلی طرف موجود ایک کمرے میں لے گیا وہاں وہی مولوی صاحب اپنے کچھ اور دوستوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ کچھ دیر بعد موقع پا کر اس نے مولوی صاحب سے کہا۔

''استاد جی یہ میرا دوست ہے اور یہ ہماری زیادہ تر باتوں سے اختلاف کرتا ہے، یہ دوسری پارٹی (ایک فرقے کا نام لے کر) کا بھی نہیں ہے بس اِس پر نظرِ عنایت فرمائیں'

انھوں نے میری طرف مسکرا کر دیکھا وہ غالباً چھالیہ یا کوئی ایسی ہی چیز چبا رہے تھے۔ تھوڑی دیر دیکھنے کے بعد بولے۔

''جس کو حضور سے محبت اور نسبت نہیں ہے اس کا کوئی دین ایمان نہیں ہے جس کو حضور سے محبت اور نسبت ہے اسکی خاموشی بھی عبادت ہے اس کا چلنا پھرنا بھی عبادت

اور جاگنا سونا بھی عبادت ہے، خالی اللہ اللہ تو شیطان نے بھی بہت کیا مگر اللہ کے بندے کو نہیں مانا تو ذلیل و خوار ہو کر رہ گیا اس لئے دوبارہ کہتا ہوں حضور سے محبت و نسبت رکھو سب منزلیں آسان ہو جائیں گی دنیا کی بھی اور آخرت کی بھی"۔

انھوں نے جیسے ہی خاموشی اختیار کی محفل میں موجود تمام حاضرین نے یکجا ہو کر کہا 'سبحان اللہ' اور پھر وہ مسکراتے ہوئے چبانے میں لگ گئے اس بار اُن کی مسکراہٹ کا انداز فاتحانہ معلوم ہوا۔ میں نے پوچھا۔

"نبی سے نسبت کے لئے صرف آپ کا طریقہ، انداز یا نظریہ ہی کیوں ضروری ہے؟ آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ آپ کے علاوہ بھی لوگ اُن سے نسبت رکھ سکتے ہیں"۔

میرا یہ سوال محفل میں ایک بم کی طرح پھٹا یہ بم سب سے پہلے تو ان کی مسکراہٹ کی موت ثابت ہوا اور دوسرا اب پہلی دفعہ تمام حاضرین کی نظریں میری طرف ہوئیں اور سب غور سے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھ رہے تھے۔اس صورت حال کو ان مولوی صاحب نے بھی محسوس کیا اور تھوڑی دیر سوچ کر اب جوابانہ انداز میں بولے۔

"ہمارے طریقہ میں خرابی کیا ہے برخوردار، ہمارا طریقہ تو سو فیصد انبیاء اور اولیاء کی سنت ہے؟"

یہ کہہ کر وہ سب میری طرف غور سے دیکھنے لگ گئے اور سب حاضرین محفل بھی جیسے

میں کوئی راز افشاء کرنے والا ہوں مگر میرے پاس وہی سادہ سی باتیں ہوتی تھیں جو مجھے سمجھ آتی تھیں میں نے وہی جواب میں کہہ دی۔

''جناب مجھے چند منٹ دیجئے گا اپنی بات مکمل کرنے کے لئے، میں آپ کی تقریر کے آخری چالیس منٹ سُن پایا ہوں اور اس سب کے دوران آپ نے جتنی بھی باتیں بتائیں نبی کے بارے میں وہ سب اُن کتابوں میں سے تھیں جو نبی کے سینکڑوں سالوں بعد سے لکھنا شروع ہوئیں اور آج تک لکھی جاتی رہی ہیں۔ جن جن لوگوں نے کتابیں لکھیں اور جن جن ہستیوں کے نام کی روایات سنائیں گئی ہیں وہ سب نبی کے بعد آتے ہیں اور اگرچہ صحابہ اور اہلِ بیت میں سے بھی کچھ ہستیوں کے اقوال سنائے گئے تو چاہے وہ دنیا کے لئے یا ہمارے کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہو جائیں وہ ہمارے نبی سے چھوٹے ہی رہیں گے ہمیشہ ہر قانون اور مرتبے کے لحاظ سے۔ میں ایک سادہ سی بات سمجھتا اور مانتا ہوں کے چھوٹوں کے دعووں کو بڑوں سے ضرور پوچھ لینا چاہیے آپ کو ہمیشہ سچ تک پہنچنے میں آسانی ہوگی۔ آپ کا بچہ گھر آ کر بتائے کہ سکول میں اُس کا پسندیدہ استاد اردو، اسلامیات، ریاضی، فزکس، کیمسٹری اور بائیالوجی سب کا ماہر ہے اور ساری کلاسز وہی پڑھاتا ہے اور سکول کا سارا انتظام بھی وہی چلاتا ہے تو ایک بار یہی بات اس سکول کے پرنسپل سے بھی جا کر پوچھ لینی چاہیے یقیناً آپ کو اچھی اطلاع مل جائے گی۔ پرنسپل ہی واحد شخص ہوگا جسے پتہ ہوگا کہ کون سا استاد کون سی کلاس کو کیا مضمون پڑھاتا ہے کیونکہ اُسی نے تو استاد کو اس کام پر لگایا ہوتا ہے۔ طالب علم استاد سے چھوٹا ہے اس لئے صرف اسکی رائے کافی نہیں ہوسکتی۔ میں اپنے گھر کی مثال دے دیتا ہوں اگر میں دعوی کرتا رہوں کہ میں اپنے والدین کا سوفیصد طابع فرمان بیٹا ہوں، ان کی ہر ہر خواہش کا خیال رکھتا ہوں، ان کے سب معاملات سنبھالتا ہوں، ان کی عزت

کرتا ہوں اور ان کے آگے آج تک ایک لفظ بھی نہیں بولا تو ایک دفعہ میرے والدین سے بھی جا کر پوچھ لینا چاہیے کہ کیا واقعی ایسا ہے تو سب واضح ہو جائے گا۔تو مجھے حیرت ہوتی ہے کہ نبی سے چھوٹے کیسے بتا سکتے ہیں کہ نبی کی کیا ہستی ہوتی ہے،اُن کے کیا اختیارات ہوتے ہیں یہ تو کوئی اُن سے بڑا ہی بتائے گا اور ہم سب جانتے ہیں کہ اُن سے صرف ایک ہی ہستی بڑی ہے اور ہمارے پاس صرف ایک کتاب ہے جس میں اس بڑی ہستی کی باتیں لکھی ہوئیں ہیں اور میں انھیں کے مطابق نبی سے نسبت رکھنے کی کوشش کرتا ہوں اور اسی کو ٹھیک طریقہ سمجھتا ہوں۔آپ مجھے بتائیں کہ میرے طریقے میں کیا خرابی ہے؟ آپ کا یہ شاگرد چاہتا ہے میں نبی کے بڑے کا بتایا ہوا طریقہ چھوڑ کر نبی سے چھوٹوں کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کروں جس میں اختلاف ہی اختلاف ہے تو ہی نبی سے نسبت ہو سکتی ہے تو میں نہایت معذرت چاہتا ہوں یہ مجھ سے نہیں ہو پائے گا، آپ لوگ تو ابھی تک یہ بھی نہیں طے کر پائے کہ نبی آخر کیا تھے، کوئی نورانی مخلوق، نور سے بنے انسان، نبی مگر عام انسان جیسے، عام انسان، ہر جگہ حاضر و ناظر یا اپنی قبر میں مردہ، یہ سب باتیں آپ لوگوں نے ہمیں بتا بتا کر لڑوا رکھا ہے، کیا دنیا میں ایسا کوئی کونہ ہے جہاں مسلمان ان سب اختلافات کا شکار نہیں ہیں، آپ لوگوں کی دی ہوئی ان تعلیمات کی وجہ سے عام لوگ نہ ایک دوسرے کے گھر سے کھانا کھاتے ہیں نہ ایک دوجے کے ساتھ رشتہ جوڑتے ہیں اور آپ چاہتے ہیں میں انھیں جھگڑنے والوں میں سے کسی ایک کا حامی بن کر باقیوں کی مخالفت میں لگ جاؤں اور پھر میرے حامی طبقہ کے لوگ میرے جذباتی جملوں پر سبحان اللہ سبحان اللہ کے نعرے لگایا کریں''۔

یہ تب کی بات ہے جب میں جوان بھی تھا اور خاصہ جذباتی بھی تو آخری چند جملے کہتے

وقت میرا انداز خاصہ طنزیہ ہو گیا تھا اور یہ میری غلطی تھی۔

انھوں نے جواب میں وہی آیت پڑھی جس کی وجہ سے مجھے یہ واقعہ یاد آیا۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا

ترجمہ :اور جو رسول تمھیں دے دیں وہ لے اور جس سے روک دیں رک جاؤ۔

(الحشر 7)

میں نے بھی آیت سُن کر بدلے میں آیت سنائی، جذبات میں آ کر انسان ایسا ہی کرتا ہے۔

"جناب قرآن تو یہ بھی کہتا ہے"

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

ترجمہ : میرے لئے اللہ کافی ہے اور بہتر کارساز ہے۔(آلِ عمران 173)

میری بات سُن کر مولوی صاحب فوراً بولے کیونکہ وہ ایسے مباحثوں کا بہت وسیع تجربہ رکھتے تھے۔

"برخوردار یہ تو اللہ اپنے نبی سے کہہ رہا، ابھی تم نے خود کہا اللہ ہی ان سے بڑا ہے تو

نبی تو صرف اپنے بڑے کو ہی پکارے گا نبی اگر اللہ دونوں ہم سے بڑے ہیں ہم تو دونوں کو پکار رہے ہیں"۔

میں مولوی صاحب کی تاویل سُن کر خاموش ہو گیا اور سر ہلایا کیونکہ تاویل کا جواب تاویل سے ہو سکتا تھا اور مجھے اُس میں کوئی خاص مہارت حاصل نہیں تھی۔ میری اس خاموشی سے اتنا ضرور ہوا کہ مولوی صاحب کی فاتحانہ مسکراہٹ نے میری شکست کا اعلان کیا اور مجمع میں صرف ایک بلند آواز سنائی دی۔

'سبحان اللہ'

میں خیالات کی دنیا سے واپس آیا اور اُن سے وہی سوال کر دیا جس پر میں خود لاجواب ہوا تھا۔

"حضرت مگر یہ سب باتیں تو نبی سے کہی جا رہی، جیسے قرآن میں لکھا ہے کہ اللہ کافی ہے اور بہترین مددگار ہے تو نبی کے لئے تو اللہ ہی کارساز ہوگا"۔

پہلی دفعہ وہ کھُل کر ہنسے مگر صرف تھوڑی دیر کے لئے، میں بھی ان کو دیکھ کر مسکرایا۔ ان کی ہنسی سے کبھی اپنی تضحیک محسوس نہ ہوتی نہ دل آزاری ہوتی بلکہ دل خوش ہو جاتا تھا۔

بالکل جیسے کسی شاعر نے کہا تھا کہ 'موسم تیرے ہنس پڑنے سے اور سُہانے ہو جاتے

ہیں، پھر وہ بولے۔

''یہ کس نے کہہ دیا کہ اللہ کافی ہے، یہ آیت صرف نبی کے لئے ہے؟ پہلے میں پوری آیت پڑھتا ہوں۔

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

ترجمہ : اور وہ لوگ جنھیں بتایا گیا کہ تمھارے خلاف بہت لوگوں کو اکٹھا کیا گیا ہے ان سے ڈرو مگر ان کے ایمان میں اور اضافہ ہوا اور کہنے لگے ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور بہتر کارساز ہے۔(آلِ عمران 173)

پوری آیت سُن کر سمجھ آ گئی ہوگی کہ یہ آیت کہیں نبی سے مخاطب نہیں ہے، اس سے پچھلی چند آیات بھی دیکھ لینا سب انھیں ایمان والوں کو مخاطب کر تی آ رہی ہیں۔جو واقعات انبیاء کے قرآن میں آئے ہیں وہ بھی صرف نبی کے لئے نہیں بلکہ ان میں بھی ہمارے لئے سبق رکھا گیا ہے جب اللہ نے فرمایا ہے کہ قرآن ہدایت و نصیحت ہے تو اس کے ہر ہر جملے میں پیغام ہے انسانیت کے لئے۔ پھر اس آیت میں لفظ استعمال ہوا ہے 'حسبُنا' یہ ویسے ہی جمع کا صیغہ ہے یعنی بہت سے لوگ کہہ رہے ہے کہ اللہ کافی ہے ہمارے لئے، مجھے حیرت ہے کیسے اتنے پڑھے لکھے لوگ اس آیت کو فرد واحد کے لئے مخصوص کر سکتے ہیں۔

بیٹا نبیوں کا درجہ بہت بڑا ہے بلکہ مخلوقات میں تو سب سے بڑا درجہ انھی کا ہے، کسی انسان کی اوقات نہیں ہے کہ ان کی برابری کا سوچ بھی سکے نہ ہی اُن کے علم کی برابری ممکن ہے مگر اس سب کے باوجود وہ اللہ کی مخلوق ہی ہیں اور اللہ خالق ہے ان کا۔ یہ خالق و مخلوق کا فرق اللہ اور پوری کائنات میں ایک جیسا ہے، ہمارے لئے تو اعزاز کی بات ہے ہمیں اسی خالق نے بنایا جس نے ہماری محبوب ہستیوں کو بھی بنایا ہے۔ کائنات کا سب سے چھوٹا ذرہ ہو یا زمین کا سب سے بڑا پہاڑ ہو یا سب سے بڑا سمندر یا خلاؤں میں پایا جانے والا سب سے بڑا ستارہ، یہ سب اللہ کی مخلوق ہیں اور مخلوق اپنے خالق کی ہمیشہ محتاج رہیں گی۔

مخلوق کو خالق کے مقام پر لے جانا ہی تو شرک ہے---

آخری بات، ہمارے دور میں رواج تھا کہ لوگ اپنے بڑوں یا مشہور لوگوں کی استعمال شدہ نوادرات کو سنبھال کر رکھتے تھے، ان نوادرات کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا میرا خیال ہے تمھارے دور میں بھی ایسا ہی ہے نوادرات بہت قیمتی سمجھی جاتی ہیں کیونکہ اُن کو کسی نہ کسی بڑی شخصیت سے نسبت حاصل ہوتی ہے۔

پھر تم ہی بتاؤ اُس کتاب کو کتنا نادر اور اہم ہونا چاہیے جسکو نازل کرنیوالی ذات وہ ہے جو پوری کائنات کا رب ہے اور ہم تک پہنچانے والے وہ ہیں جن کی اہلیت کا اندازہ اس بات سے لگا لو کہ اللہ نے وہ امانت سونپی جو اگر پہاڑوں پر اتار دی جاتی تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے"۔

اِفک

''بیٹا یہ جولوگ آیات کو پسِ پردہ کر کے دوسری روایات کو دین قرار دیتے ہیں اور لوگوں کی انھیں اپنی بتائی ہوئی روایات کے پیچھے لگا دیتے ہیں قرآن نے اس کو 'اِفک' کہا ہے۔ یہ قرآن کا ایک اہم موضوع ہے جس کے بارے میں ہر پڑھنے اور سیکھنے والے کو پتہ ہونا چاہیے۔ کسی بھی تحریک یا انقلاب کے لیئے اپنے حامیوں اور مخالفین دونوں کی طاقتوں کا پتہ ہونا ضروری ہے۔ اِفک اِن قرآن مخالفین کا ایک بہت بڑا حربہ ہے جس کو قرآن نے واضح کر کے اپنے ماننے والوں کی رہنمائی فرمائی ہے''۔

پہلے میں تو اِفک کا تعارف کرانے کے لئے ایک آیت سُناتا ہوں تاکہ پتہ چلے یہ کیا چیز ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ٱفْتَرٰهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ

ترجمہ : کافر کہتے ہیں یہ (قرآن) ایک من گھڑت چیز ہے، جسے گھڑ لیا ہے خود ہی اسنے اور اس میں مدد کی کچھ دوسروں نے اسکی۔ (الفرقان 4)

کافر یعنی قرآن کا انکار کرنے والے قرآن کو ہی اِفک کہہ رہے ہیں یعنی یہ نبی نے خود ہی گھڑ لیا ہے (معاذ اللہ) اور نبی کے ساتھیوں نے مل کر۔ یعنی اِفک اُس چیز کو کہتے ہیں جس کو خود ہی گھڑ لیا جائے اور اُس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اِفک کا لفظی مطلب بھی یہی ہے، اِفک ہر اُس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے اصل سے پھیر دی گئی ہو۔

قرآن نے اِفک کی مزید وضاحت فرمائی اِس آیت میں۔

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً ۖ بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ ۚ وَذَٰلِكَ إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ

ترجمہ : تو کیوں نہ مدد کی اِن کی اُنھوں نے جنکو بنا رکھا تھا اللہ کے تقرب کا ذریعہ اللہ کو چھوڑ کر بلکہ وہ گُم ہو گئے اور یہ ان کا 'اِفک' تھا اور افتراء۔ (الاحقاف 28)

بیٹا یہاں میں جان بوجھ کر اِفک کا ترجمہ اِفک ہی کرتا رہوں گا تا کہ تمھیں خود سے سمجھ آئے کہ کیا بات ہو رہی ہے۔ لوگ دوسرے لوگوں کو اللہ کے تقرب کا ذریعہ سمجھ کر اُن کی اتباع شروع کر دیتے ہیں ایسا تقریباً ہر معاشرے اور مذہب میں رنگ نظر آتا ہے مگر اللہ نے صاف فرما دیا کہ ایک تو جن لوگوں کو یہ تقرب کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ گُم ہو جائیں گے اور یہ سب ماننے والوں کا اپنا 'اِفک' ہو گا یعنی یہ قطعاً حقیقت نہیں بلکہ حقیقت کو اُلٹ دیا گیا اور یہی اِفک کا مطلب ہے جو ہم نے ابھی آغاز میں بات کی ہے۔

یہاں سے اِفک سمجھ آ گیا ہوگا کہ ہر وہ عقیدہ جو لوگوں کو ایسی توہمات پر راغب کرتا ہو جس میں لوگ ہی اللہ کے تقرب کا ذریعہ سمجھے جاتے ہوں وہ اِفک کہلائے گا یعنی خود سے گھڑا ہو جھوٹ بالکل جیسے کفار کے نزدیک قرآن ہی ایک اِفک ہے، نبی کا گھڑا ہوا۔ اور ایسا ایک جگہ نہیں بلکہ جگہ جگہ اللہ نے قرآن میں اس اِفک کی یاد دہانی کرائی ہے۔

ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ۔ كَذَٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ

ترجمہ: وہی اللہ تمھارا رب ہے بنانے والا ہے ہر چیز کا اُسکے سوا کوئی معبود نہیں پھر کیوں اِفک کا شکار ہو تم، وہی اِفک میں پڑتے ہیں جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ (الغافر 63-62)

یہاں اللہ نے اپنی وحدانیت اور توحید بتانے کے بعد فوراً پوچھا کہ اِفک کی کیا ضرورت ہے جب اِتنا عظیم اور قُدرت والا رب ہمارے ساتھ ہے۔ ایسا کرنے والے صرف وہی لوگ ہیں جنکو اللہ کی آیتوں میں کمی نظر آتی ہے یا نظر ہی نہیں آ رہی اور وہ صرف اِفک کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔ اِفک کو بار بار میں اِفک جان بوجھ کر کہہ رہا تا کہ یہ زبان پر پکا ہو جائے۔۔۔۔

میں اس موضوع پر لکھی ہوئی ساری آیات بیان نہیں کروں گا تا کہ باقی باتوں کے لئے بھی وقت بچایا جا سکے اس لئے صرف ضروری آیات پر اکتفا کر رہا ہوں جن سے مطلب اور مقصد

واضح ہو سکے۔

انھیں میں سے ایک اور اہم آیت یہ ہے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّ
كُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى

ترجمہ : اور جب اُنکے سامنے ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں یہ شخص تو ہمیں روکنا چاہتا ہے اُن سے جنکی ہمارے بڑے فرمانبرداری کیا کرتے تھے اور کہتے ہیں یہ (آیتیں) توصرف ایک گھڑا ہوا اِفک ہیں۔(سبا43)

اِس آیت میں اللہ نے قرآن کی واضح آیات کو اُن شخصیتوں کے مقابلے میں لاکھڑا کیا ہے جن کو لوگ اور اُنکے بڑے فرمانبرداری اور اطاعت کے لائق سمجھتے ہیں۔یعنی قرآن کی واضح آیت سنتے ہی ان لوگوں کو لگتا ہے کہ یہ تو انھیں اپنے بڑوں کی اطاعت سے روک رہی ہیں جو وہ اور اُنکے آباء کرتے آرہے ہیں۔قرآن کی واضح آیات لوگوں کو اپنی اتباع کی طرف دعوت دے رہی ہیں اور جو اِس دعوت پر عمل نہیں کرتا یا نہیں کرنا چاہ رہا وہ یقیناً کسی ایسے کی اتباع کرتا ہے جو قرآن کی اتباع کے بدلے میں اُسے چھوڑنی پڑے گی۔

بیٹا سادہ سی مثال ہے کہ اگر تو تم لوگوں کو قرآن پڑھاتے ہو، انھیں قرآن سے زندگی جینے کا طریقہ سکھاتے ہو، آداب زندگی اور معاشرت بتاتے ہو حتیٰ کہ آخرت کی بہتری کا ذریعہ قرآن ہی سے بتاتے ہو تو پھر تمھیں کیا خوف ہوگا اگر لوگ قرآن کو پڑھیں، سمجھیں اور

اسی پر عمل کریں بلکہ تمھیں خوشی ہوگی کہ جب لوگ خود سے پڑھ کر، سمجھ کر اس پر عمل کریں گے تو تمھارے بارے میں اچھا ہی گمان رکھیں گے کیونکہ تمھاری بتائی ہوئی ساری باتیں انھیں سچی نظر آئیں گی۔ وہ پختہ یقین اور مزید توجہ کے ساتھ تمھاری گفتگو اور خیالات کو سُنا کریں گے اور عمل کرنے میں جھجھک بھی محسوس نہیں ہوگی کیونکہ اللہ کا حکم، وحی اور نبی کا طریقہ بھی بالکل وہی ہوگا۔

لیکن اگر تم نے لوگوں کو قرآن سے ہٹ کر کوئی کہانیاں سُنا رکھی ہیں اور اُن کا نام تم نے دین رکھ کر لوگوں کو سکھا دیا ہے تو تم کبھی بھی نہیں چاہو گے کہ لوگ قرآن کے قریب بھی جائیں، تم کبھی بھی نہیں چاہو گے کہ وہ قرآن کو مکمل ذریعہِ ہدایت سمجھیں کیونکہ ایسا ہونے سے تم اُن سب کی نظر میں جھوٹے پڑ جاؤ گے، تمھاری دکانداری بند ہو جائے گی۔ بس یہی وہ عمل ہے جسکو میرے اللہ نے 'اِفک' کہا ہے۔ اللہ ہمیں اِفک اور اِفک والوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔

مجھے اُن کی یہ بات سن کر ایک قصہ یاد آ گیا جو ہمارے کسی مسلمان بھائی کے ساتھ انگلینڈ میں پیش آیا تھا۔ اس کے پڑوسی جو کسی اور مذہب سے تعلق رکھتے تھے وہ ایک دن اس کے گھر آئے اور کہنے لگے کہ مجھے تمھارا قرآن چاہیے میں پڑھنا چاہتا ہوں اور دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمھاری تعلیمات کیسی ہیں۔ اس نے گھر سے ایک قرآن اُٹھا کر ان کو دے دیا۔ وہ گھر جا کر کافی دن تک قرآن پڑھتے رہے اور ایک دن قرآن اُٹھا کر پھر اس کے دروازے پر آ ٹپکے اور کہا۔

''یہ قرآن میں واپس کرنے آیا تھا کوئی دوسرا قرآن پڑا ہے تو وہ بھی دے دیں یا مجھے بتا دیں میں بازار سے خرید لیتا ہوں''۔

ہمارے بھائی نے وہ قرآن واپس لے لیا اور اندر جا کر ان کو ایک دوسرا قرآن لا دیا جو الماری میں رکھا ہوا تھا اور زیادہ تر رمضان میں ہی استعمال ہوتا تھا۔

وہ صاحب دوسرا قرآن بھی کافی دن پڑھنے کے بعد پھر آ گئے اور کہنے لگے۔

''یہ تو آپنے پھر مجھے وہی قرآن دے دیا صرف پرنٹنگ کا فرق ہے، مجھے کوئی اور قرآن دیں۔''

ہمارے بھائی نے ان کو بٹھایا اور ان کی پریشانی کو سمجھتے ہوئے واضح کیا کہ ہمارے پاس قرآن اصل میں ایک ہی ہے اور جتنی بھی کاپیاں میسر ہوں گی سب میں ایک جیسا ہی قرآن ملے گا۔ وہ اس کی بات تحمل سے سنتے رہے اور بولے۔

''مگر اس قرآن میں تو تمھاری کوئی بات نہیں لکھی ہوئی۔ جو کچھ تم لوگ کرتے ہو، بولتے ہو، جو تمھاری رسومات ہیں، تہوار ہیں، خاص عبادات ہیں یا معاملات کے طریقہ کار اس لئے میں سمجھا کہ یہ سب جو تم کرتے ہو یہ کسی اور قرآن میں ہوگا۔ مگر اب آپ کی وضاحت سے معلوم ہو رہا ہے کہ قرآن ایک ہی ہے مگر قرآن کی ایک بھی بات تمھاری زندگیوں میں شامل نہیں ہے اور جو کچھ تمھارے تہوار اور رسومات ہیں وہ قرآن میں کہیں مذکور نہیں ہیں''۔

یہ کہہ کر وہ موصوف تو چلے گئے مگر ہمارے بھائی کے ذہن پر ایک سوال چھوڑ گئے کہ واقعی ہماری سب رسومات اور معاملات قرآن میں نہیں ہیں؟

شاید یہ سوال پیدا ہونا ہی بہت سے جوابوں کا باعث بن جاتا ہے اگر انسان اپنی عقل و شعور سے کام لیتا رہے اور سیکھنے کی لگن پر قائم رہے۔ میں اسی واقعہ میں گم تھا کہ ان کی آواز نے سقوط توڑا۔

"آخر میں اِس آیت پر میں موضوع کو ختم کر رہا ہوں جس سے یہ یقین ہو جائے گا کہ اِفک کسی دشمن، کسی بُت پرست، ہندو، سکھ، یہودی یا عیسائی کی چال نہیں ہے بلکہ ہمارے ہی لوگوں کا کیا ہوا کرتوت ہوتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ

ترجمہ: جن لوگوں نے اِفک گھڑا ہے وہ تمھارے اندر کے ہی افراد ہیں۔ (النور 11)

خُفیہ قرآن

انَّ الَّذِینَ یَکْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنَاتِ وَالْهُدَیٰ مِن بَعْدِ مَا بَیَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ

ترجمہ : بیشک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں ہمارے نازل کردہ واضح احکامات اور ہدایت میں سے حالانکہ ہم نے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے لوگوں کے لئے، انھیں لوگوں پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنیوالے بھی۔ (البقرۃ159)

”حضرت یہ آیت میں نے بہت لوگوں سے پوچھنے کی کوشش کی ہے کہ وہ کونسے احکامات ہیں جنھیں لوگ چھپاتے ہیں حالانکہ اللہ فرما رہا ہے کہ وہ احکامات واضح ہیں، ہدایت کے لئے ہیں اور مزید بتا رہا ہے کہ کھول کھول کر بیان کر دیے گئے ہیں لوگوں کی اصلاح کے لئے۔ سب حضرات عجیب سے جوابات دیتے ہیں جن سے میرا دل مطمئن نہیں ہوتا، کوئی اس کو یہود و نصاریٰ پر لاگو کر دیتا ہے اور کوئی مخالف فرقے پر لگا کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیتا ہے۔ آپ سے وضاحت کی درخواست ہے“۔

انھوں نے کافی کا کپ اٹھایا، ایک سپ لیا اور میز پر رکھتے ہوئے بولے۔

''پہلی بات تو یہ کہ قرآن کا اصلوب بہت واضح ہے، جب ایک نبی سے بات کرتا ہے تو اُسی سے کرتا ہے اُس کا نام لیکر یا واحد مذکر کے صیغہ سے، سب انبیاء ورُسُل کو پکارا جاتا ہے تو انبیاء اور رسل کہہ کر ہی اور جمع کے صیغہ سے، وہ جب انسانوں کو پکارتا ہے تو انسان کہہ کر پکارتا ہے، مومنوں کو مومن کہہ کر، کافروں کو کافر، منافقوں کو منافق اور فاسقوں کو فاسق کہہ کرتا کہ پڑھنے والے کو پتہ چلتا رہے کہ کس سے بات ہو رہی ہے اور جب کسی کو پکارے بغیر بات کی جارہی ہو تو وہ بات سب کے لئے ایک جیسی ہو جاتی کیونکہ اُس میں مخاطب سے زیادہ موضوع کی اہمیت پائی جاتی ہے''۔

اِسی اصول کے مدِّنظر اِس آیت میں اللہ نے مخاطب پوری کائنات کو رکھا اور سارا زور موضوع پر دیا اِس لئے اسکو کسی ایک گروہ، مذہب قوم یا فرقہ پر لاگو تو کیا ہی نہیں جا سکتا۔ اب آتے ہیں اِس موضوع کی طرف جس پر اللہ گفتگو فرما رہا ہے اور وہ ہے واضح احکامات کا چھپانا۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ میرے دور اور تمھارے دور کے سب مسائل، فساد اور گمراہیاں ایک جیسی ہیں۔ کسی بھی چیز کو جسے اللہ نے واضح کہا ہو لوگوں کے لئے اُس کو چھپانے کے پیچھے کوئی نہ کوئی ذاتی مفاد یا سازش ہوتی ہے۔ ہم اگر اتنا ہی سوچ لیں کہ قرآن کے احکامات چھپانے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے تو چند بنیادی وجوہات ہیں جو انسان کے ذہن میں آئیں گی جیسا کہ احکامات کے سامنے آنے سے کسی کا جھوٹ پکڑا جا سکتا یعنی کسی نے غلط بتا رکھا ہو گا ان احکامات کے پتہ چلنے سے کسی کا عقیدہ غلط ثابت ہو جانا۔

یہ احکامات کسی کے اختیارات کو کم یا ختم کر دیں گے۔

کوئی مالی نفع جو اس سے وابستہ ہے وہ ختم ہو جائے گا۔

ان سب باتوں میں سے کوئی سی یا ساری بھی ہو سکتیں ہیں۔

تم اِس کے علاوہ بھی سوچ سکتے ہو کہ اور کیا ایسی وجہ ہو سکتی ہے جس سے کوئی اللہ کے واضح احکامات کو چھپائے گا۔ جو آیت تم نے پڑھی پہلے تو میں اس جیسی ایک اور آیت سُناتا ہوں جو اِس چھپانے کی کچھ وجوہات کو بھی بیان کر رہی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ترجمہ : بیشک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں اُس میں سے جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے اور تھوڑے سے دنیاوی فائدے کے لئے بیچ ڈالتے ہیں اسے وہ دراصل اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور اللہ اُن سے قیامت کے روز ہرگز بات نہیں کرے گا۔
(البقرۃ174)

یہ آیت وجوہات میں سے بھی چند واضح کر رہی ہے جس میں دنیاوی فائدہ شامل ہے چاہے مالی فائدہ ہو یا اختیارات کا اور ایسا کرنے کو جہنم کی تیاری قرار دیا ہے اللہ نے اور قیامت کے روز بات نہ کرنے والی بات تو نہایت خطرناک ہے کیونکہ جہاں بات کرنے کی گنجائش ہوتی وہاں معافی کے راستے بن سکتے مگر اللہ نے تو راستہ ہی بند کر دیا۔

اب آتے ہیں اُن باتوں کی طرف جو چھپائی جاتی ہیں ان میں سے پہلی بات تو اِس

آیت میں واضح ہے۔

اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِہٖ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِیْسٰی وَاَیُّوْبَ وَیُوْنُسَ وَھٰرُوْنَ وَسُلَیْمٰنَ وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا

ترجمہ : بیشک ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے بالکل جیسی وحی کی تھی نوح کی طرف اور جو نبی اُن کے بعد آئے اور وحی کی تھی ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور انکی اولاد کی طرف اور عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان کی طرف اور دی ہم نے داوَد کو زبور۔
(النساء 163)

تمھارے ہاں یہ بات مشہور کر دی گئی ہے کہ پچھلے نبیوں کی طرف مختلف وحی کی جاتی تھی اور ہمارے نبی کی طرف کوئی نئی وحی کی گئی ہے جس میں الگ احکامات ہیں اور طریقہ کار بھی الگ ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے یہ ہمارے سے پہلے انبیاء کے دور میں بھی یہی ہوتا آیا ہے۔ قومِ موسیٰ بعد میں اپنے آپ کو معزز گردانتے کے لئے خود کو اور موسیٰ کی تعلیمات کو دوسرے انبیاء کی تعلیمات سے بہتر اور مختلف ثابت کرتے رہے اور یہی کام قومِ عیسیٰ نے بھی کیا۔ ہم یہ کہنے میں شاید شرمندگی محسوس کرتے ہیں یا چھوٹا محسوس کرتے کہ ہمارے نبی کو وہی وحی دی گئی ہے جو پہلے انبیاء پر اترتی تھی۔ ہر دور میں اپنے نبی اور اُسکی تعلیمات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا رواج رہا ہے نبی تو کیا ہم تو اپنی ہر چیز کو بڑھا کر پیش کرنے کے عادی ہیں، یہ خودنمائی بھی خوش فہمی کی ایک نمایاں شکل ہے جبکہ دراصل یہ ایک کمزوری ہے''

میں نے ہاتھ بلند کیا جیسے میں سوال کرنا چاہ رہا، انھوں نے محسوس کیا اور رک گئے۔ جب وہ کافی کا کپ اٹھا رہے تھے تو میں بول اٹھا۔

''حضرت کیا اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہوسکتا کہ جیسے پہلے انبیاء پر وحی آتی تھی ویسے ہمارے نبی پر بھی آئی، میں معذرت چاہتا ہوں میں اعتراض نہیں کر رہا آپ کی بات پر، صرف اپنے اندر کی الجھن کو ختم کرنا چاہتا ہوں''۔

وہ کپ رکھتے ہوئے بولے۔

''میں چاہتا بھی نہیں کہ جو چیز تم کو ہضم نہ ہو رہی ہو اسکو آنکھیں بند کر کے صرف اس لئے مان لو کہ میں نے کہا ہے، اِس آیت میں 'کما' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس میں 'ک' حروفِ جار یہ میں سے ہے جو ہمیشہ کسی چیز سے مشابہت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں وحی کو اُس جیسا کہا جا رہا جیسی پہلے آئی۔ میں اگلی آیت سناتا ہوں اُس میں حرفِ جار کی محتاجی بھی نہیں رہے گی اور مطلب مزید واضح ہو جائے گا۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى

ترجمہ: اس نے آپ کی طرف دین کی وہی شرع اتاری ہے جو اسنے ہدایت کی تھی نوح کو اور وہی اسنے آپ کی طرف وحی کیا جو ہدایت کیا تھا ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو۔

(الشوریٰ 13)

اب دیکھ لو یہاں شرع کا لفظ استعمال کر کے اللہ نے ایک بحث تو ہمیشہ کے لئے ختم کر دی ہے کہ نبیوں کی شرع مختلف تھی اور انھوں نے الگ الگ طریقوں پر عمل کیا اپنی زندگی میں اور اپنے ماننے والوں کو بھی وہی الگ الگ طریق بتائے ۔ تمھارے ہاں جو چیز قرآن میں سے کھل کر چھپائی گئی ہے اُس میں سے ایک بڑی بات یہی ہے کہ سب نبیوں کی شرع الگ الگ ہے اس لئے اُن نبیوں کے ماننے والوں سے فاصلہ رکھنا چاہیے، وہ کافر یا گمراہ ہو چکے ہیں۔ اللہ کا ایک سادہ سا قانون ہے، ایک واضح شرع ہے، ایک صریح حکم ہے اور تمام نبیوں اور انسانوں کے لئے ایک جیسا ہے اسی لئے تو وہ اپنے آپکو عادل کہتا ہے اور اسی لئے بروزِ قیامت ایک ہی میزان ہوگا۔

قول اور فعل دو ہی کام ہیں اور اللہ نے اپنے اِن دونوں کاموں کے بارے میں واضح بتا دیا ہے کہ وہ سب کے لئے ایک جیسے رکھتا ہے اور کسی کے لئے ان کو نہیں بدلتا۔ یہ آیات دیکھو کتنا واضح طور پر فرما رہی ہیں۔

لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ

ترجمہ :اللہ اپنی باتیں یعنی قوانین کو کبھی نہیں بدلتا۔ (یونس 64)

یہاں اللہ نے واضح کر دیا کہ اسکی بات کبھی نہیں بدلتی اور دوسری جگہ فرمایا۔

وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلاً

ترجمہ : اور تم اللہ کی سنت میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے۔(احزاب 62)

پہلے اللہ نے اپنے بات کرنے کا اصول واضح کر دیا اور اب اپنی سُنت کا اصول بھی یعنی قول و فعل دونوں واضح کر دیے جو کبھی نہیں بدلتے ۔ اب سوچو یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے جو تمھارے ہاں بھی عام طور پر بولا جا رہا ہے اور سب آنکھیں بند کر کے یقین کر لیتے ہیں ۔ اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا ہے۔

مَّا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِن قَبْلِكَ

ترجمہ : جو کچھ آپ سے کہا جا رہا ہے وہی آپ سے پہلے رسولوں کو بھی کہا گیا ہے ۔
(فصلت 43)

وہ آیات ایسے پڑھ رہے تھے جیسے آسمان سے اچانک تیز بارش پڑتی ہے اور سب بہا کے ساتھ لے جاتی ہے، اُن کا لہجہ، قرآنی آیات اور موضوع سے مطابقت یہ سب ساون کی جھڑی کی طرح میرے غلط تصورات کی بنجر زمینوں کو سرسبز کر کے اللہ کے احکامات سے لبریز کر رہی تھی اور جیسے پانی کی طاقت کے آگے کوئی چیز نہیں ٹھہرتی ایسے ان کی گفتگو، دلائل اور آیات کے آگے میری توہمات کی کوئی حیثیت نہیں رہی تھی۔

انھوں نے کپ اٹھایا اور گفتگو دوبارہ شروع کی۔

''دوسرا بڑا سچ جو قرآن میں کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے مگر ہر دور میں چھپا دیا جاتا ہے وہ

اللہ کی نازل کردہ کتاب کے متعلق ہے ۔ عام طور پر مشہور کر دیا گیا کہ قرآن ایک کتاب ہے اور اس سے پہلے تین اور کتابیں نازل کی گئیں جو داؤد، موسیٰ اور عیسیٰ پر نازل کی گئیں اور بس یہ کہہ کر کتابوں کا قصہ ختم کر دیا گیا۔ اب پہلے ایک آیت کو پڑھتے ہیں اور دیکھتے ہیں اللہ کیا فرمارہا کتابوں کے متعلق۔

سورۃ الانعام کی آیت نمبر 83 سے اللہ نے ایک موضوع کا آغاز کیا ہے جس میں ابراہیم سے آغاز کیا اور آیت نمبر 88 تک اللہ نے 18 انبیاء کا ذکر فرمایا ہے اور ان کی شان بیان کی ہے ان سب کے نام اس طرح سے ہیں۔

ابرہیم، اسحاق، یعقوب، نوح، داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، الیاس، اسماعیل، یسع، یونس اور لوط۔

اس آیت کو یادرکھنا اس لئے بھی آسان ہے کہ یہ قرآن کا وہ مقام ہے جہاں سب سے زیادہ نبیوں کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے، قرآن میں کہیں اور اتنے انبیاء کا ذکر ایک ساتھ نہیں آیا۔ اب ان تمام نبیوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ فرماتا ہے اگلی آیت میں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ

ترجمہ : وہی ہیں جن سب کو ہم نے کتاب دی اور حکمت اور نبوت، اب اگر لوگ اس

کو نہیں مانتے تو پرواہ نہیں، ہم نے کچھ انکار نہ کرنیوالوں کو یہ نعمت سونپ دی ہے۔

(الانعام 89)

اب اِس سے زیادہ کیا واضح کہا جائے کہ اللہ نے 18 انبیاء کو کتاب دی ہے۔ یہیں سے ایک اور سچ بھی جو عام چھپایا جاتا ہے وہ ہے صاحب کتاب نبی کا۔ چار نبیوں کو صاحب کتاب نبی بنا کر اُن کا درجہ باقیوں سے بلند کر دیا جاتا ہے حالانکہ اللہ نے کہیں ایسا نہیں فرمایا۔ پھر کبھی تو معجزات کی بِنا پر بھی نبیوں میں تفریق کی جاتی ہے اور درجات اوپر نیچے کرنے کی بھی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ پرانی توہمات تھیں مگر نہ جانے کہاں سے ہمارے دین میں بھی یہی گھس آئیں اور بعد میں آنے والوں نے ان پر سوچنے کے بجائے ان کی تبلیغ شروع کر دی اور یوں یہ غلط تصورات تمام امت کی طرف پھیل گئے اور عوام کی نہ پڑھنے کی، نہ تحقیق کرنے کی اور اندھی تقلید کرنے کی عادت نے ان تصورات کو عقائد کے درجے تک پہنچا دیا۔ آج تم کسی سے بات کرو گے تو لوگ تمھیں ہی غلط سمجھیں گے مگر جو قرآن کو فرقان سمجھ کر پڑھے گا وہ یقینا اس حقیقت تک پہنچ جائے گا کیونکہ اللہ نے دعوے سے کہا ہے کہ اُس نے آیات کھول کھول کر بیان کیے ہیں۔

آؤ اب اسی سے منسلک اگلی آیت پر غور کرتے ہیں۔۔۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

ترجمہ : مسلمانوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو نازل کیا گیا ہماری طرف اور نازل ہوا ابراہیم اور اسماعیل اور یعقوب اور اولادِ یعقوب کی طرف اور جو دیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ کو اور جو رب کی طرف سے سب نبیوں کو دیا گیا، ہم ان میں کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم مسلمان ہیں۔(البقرۃ136)

غور کرو کیوں کہا جا رہا ہے کہ ہم ان میں کوئی فرق نہیں کرتے، کوئی کرتا ہوگا جو اللہ کو اِس فرق نہ کرنے کو واضح کرنا پڑا۔ کوئی کسی کو اولی العزم سمجھتا ہوگا، کسی کو صاحبِ کتاب اور صاحبِ معجزہ وغیرہ وغیرہ مگر اللہ کو ان میں فرق کرنا بالکل پسند نہیں اسلئے صاف لکھ دیا جو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں یعنی سر تسلیم خم کرنیوالے ہیں وہ کبھی نبیوں میں فرق نہیں کر سکتے"۔

میں نے سوال کا موقع دیکھ کر سوال کر دیا۔

"حضرت یہ فرمائیں کہ پھر اس آیت میں کیوں کہا گیا ہے کچھ کے درجے بلند ہیں۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ

ترجمہ : وہی ہے جس نے تمھیں زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر بلند درجے دیے اسی میں تمھاری آزمائش کرے۔(سورۃ الانعام165)

یہ آیت تو مختلف درجات کی بات کر رہی اور ایسی اور بھی کچھ آیات ہیں مگر میرے خیال

میں سب ایک ہی بات کر رہی ہیں کہ درجے مختلف ہیں جبکہ آپ فرما رہے ہیں کہ سب کے درجے برابر ہیں"۔

وہ مسکراتے ہوئے گویا ہوئے۔

"صحیح سوال ہے ہمیں ان سب آیات کو سامنے رکھ کر ہی دیکھنا چاہیے تاکہ ایک موضوع کی مکمل شکل سامنے آسکے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس سے پچھلی آیت میں اگر دیکھو تو نبی سے کہلوایا جارہا اور لوگوں کو سنایا جارہا کیونکہ وہ آیت 'قل' سے آغاز کر رہی ہے۔ اگر پچھلی آیت نہ بھی یاد ہو تو اسی آیت میں 'جعلکم'، 'بعضکم' اور 'آتاکم' کے الفاظ میں جو 'کم' کا استعمال ہے یہ ضمیر ہے جو جمع کے لئے استعمال ہوتی ہے یعنی یہ خطاب عوام الناس سے ہے کہ اُن کو جو درجات ملے ہیں انھی میں اُن کی آزمائش ہوگی یہاں کہیں بھی نبیوں یا رسولوں کو مخاطب نہیں بنایا گیا۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے ایک پوری ریاست کے حکمران کا درجہ ہے اُس سے پوری ریاست کی جواب طلبی کی جائے گی، کسی کا درجہ ایک شہر یا صوبے تک محدود ہے تو وہ اُسی کا جواب دہ ہے، کوئی ایک خاندان کا والی ہے تو اس کی آزمائش اُس خاندان تک ہی ہوگی، نہ ایک خاندان کے والی سے شہر کے انتظامی معاملات کی پوچھ گچھ ہوسکتی ہے اور نہ شہر کے والی سے پوری ریاست کے بارے میں، سب کی آزمائش سب کے اختیارات کے مطابق رکھی گئی ہے اور یہی میرے اللہ کا عدل و انصاف ہے۔

اب واپس آتے ہیں اسی بات پر، جیسا میں بتارہا ایسا صرف ایک جگہ نہیں لکھا بلکہ جگہ

جگہ لکھا گیا تا کہ ہماری توجہ اس طرف مبذول رہے۔ پچھلی یعنی البقرۃ والی آیت میں خطاب سب مسلمانوں سے تھا جیسا کہ لفظ 'قولو' سے آغاز کیا گیا ہے جو کہ جمع کا صیغہ ہے۔ مگر تیسری سورۃ میں اللہ نے فرمایا۔

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ

ترجمہ: سب ایمان رکھتے ہیں اللہ پر، اسکے ملائکہ کتابوں اور رسولوں پر، اسکے رسولوں میں ہرگز کوئی فرق نہیں کرتے۔ (البقرہ 285)

ایک ہی بات نبی سے بھی کہلوائی اور تمام اُمت سے بھی تا کہ قرآن و حدیث میں کوئی فرق نہ رہے اور یہ بھی انھیں سچائیوں میں سے ہے جن کو چھپا دیا جاتا ہے جیسا کہ ہم نے اس موضوع کے آغاز میں آیت تلاوت کی تھی۔

اب اس آیت میں اللہ نے تو نبیوں میں فرق نہ کرنیوالوں کی تعریف اور اجر کا ذکر کر کہ مُہر لگا دی ہے کہ ایسا ہی کرنا لازم ہے سب پر۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ

ترجمہ : وہ لوگ جو اللہ اور رسولوں کو مانیں اور اُنکے درمیان ہرگز تفریق نہ کریں ان کو ہم ضرور اجر عطا کریں گے۔ (النساء 152)

بیٹا اتنا ہی سوچو کہ اللہ تو ان تمام انبیاء سے بڑا ہے وہ چاہتا تو ان کے الگ الگ درجات اور مقام واضح کر دیتا مگر وہ بار بار سبق سکھا رہا ہے کہ ہر گز نبیوں میں فرق نہ کرنا دوسری طرف ہم ہیں جن کی نبیوں کے سامنے کوئی اوقات نہیں اور ہم بیٹھ کہ فیصلے کر رہے ہیں کون سا نبی چھوٹا ہے اور کون سا بڑا''

مجھے یہ لکھنے میں کوئی شرمندگی نہیں کہ اُس رات کی مُلاقات سے پہلے میں خود بھی نبیوں کے درمیان درجات کا قائل تھا۔ مجھے بھی یہی پڑھایا گیا تھا کہ کچھ صرف نبی ہوتے کچھ کتاب والے بھی ہوتے وہ اُن سے بڑے ہوتے اور اولی العزم بھی ہوتے اور پتہ نہیں کیا کیا کلابے ملا رکھے ہم نے۔ میں شرمسار ضرور تھا کہ میں خود سے کیوں ان واضح احکامات تک نہیں پہنچ پایا مگر شکر بھی ادا کر رہا تھا کہ اللہ نے مجھے مزید گمراہی سے بچالیا۔ میں سمجھ پا رہا تھا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے میں نے اپنے دوستوں کو اپنے اپنے پسندیدہ سیاسی لیڈروں اور مولویوں کے حق میں لڑتے دیکھا ہے اور یہ جملہ تو سیاسی طور پر سوشل میڈیا پر بہت مشہور رہا ہے کہ اپنی سیاسی پارٹی کے گوبر کو بھی حلوہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ شاید یہ عام انسانوں کی عام سی کمزوری ہے کو وہ اپنی پسند کو سب سے بلند بھی کرنا چاہتے ہیں، اس میں کوئی انا ہوگی، شاید تسکین بھی ہوگی یا شاید دوسروں کے نیچا ثابت کرنے کا وقتی مزہ تو اگر ان نام نہاد سیاسی لیڈروں اور پارٹیوں کے بارے میں ہم نیچا نہیں ہونا چاہتے تو پھر ہم کیسے قبول کر لیں ہمارا نبی فلاں نبی سے بلند مرتبہ نہیں ہے اور میں خود ہی اپنے پر حیران ہو رہا تھا کہ نبیوں کے بارے میں فیصلہ نبیوں سے چھوٹے افراد کر رہے ہیں اور نبیوں سے بڑا جو ایک ہی ہے اور سب کا اِلٰہ اور رب بھی ہے اُس نے جو کہا وہ سوچنے یا ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ واقعی قرآن میں لکھی ہوئی بہت سی آیتوں اور احکامات کو چھپا دیا گیا۔ آیت میں تو لکھا ہی ہوا مگر ایسا

کامل یقین مجھے پہلے محسوس نہیں ہوا تھا۔

مجھے وہ واقعہ یاد آیا جس میں لکھا تھا کہ علامہ اقبال کو روزانہ صبح سویرے قرآن پڑھنے کی عادت تھی۔ ایک دن اسی طرح جب وہ قرآن پڑھ کر فارغ ہوئے تو ان کے والد نے اُن سے کہا کہ بیٹا بہت اچھی بات ہے کہ تم روز صبح قرآن کی تلاوت کرتے ہو۔ ساتھ اس بات کا بھی خیال رکھو کہ جیسے یہ کتاب ابھی تم پر اتر رہی ہے، یہ آیتیں تم سے مخاطب ہیں، تم سے یہ سب کچھ کرنے کو کہا جا رہا ہے کہ اسی کے مطابق سوچنا اور عمل کرنا ہے، اسکو ایسے پڑھا کرو۔ اسی بات پر علامہ صاحب نے لکھا تھا۔

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کُشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشّاف
(بالِ جبریل)

مفہوم: آپ چاہے فخرالدین رازی کی قرانی تعلیمات کو پڑھیں یا مشہور تاریخی کتاب کشّاف کے مصنف کو، جب تک قرآن کو اپنے ضمیر یعنی اپنی ہر ہر سوچ اور عمل پر لاگو نہیں کریں گے، اُن حضرات کو پڑھنے سے بھی گرہ نہیں کھلے گی۔

صحابیِ رسول کی آواز نے میرے تخیلاتی سقوط کو توڑا وہ کہہ رہے تھے۔

''قرآن کی طاقت اور اہمیت کو کم کرنے کے لئے جو ایک اور چیز بُری طرح چھپائی

گئی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کو ہی مشکوک یا غیر واضح قرار دے دیا جائے یعنی جس چیز کے بارے میں عوام کو یہ یقین ہو جائے کہ اس میں ابہام ہیں اور غیر واضح چیزیں بھی لکھ دی گئی ہیں وہاں لوگوں کو اپنی مرضی کی کتابوں ،تعلیمات اور عقائد کے پیچھے لگانا نہایت آسان ہو جاتا ہے اور یہی ہوا ہے ۔ دشمنوں نے اس مقصد کے لئے قرآن کی ہی ایک آیت کو غلط انداز سے پیش کر کے اپنا ہدف حاصل کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے کیونکہ ایسے وہ اکثریت کو بیوقوف بنانے میں کامیاب بھی ہو گئے ۔آؤ پہلے آیت اور اسکے عمومی ترجمے کو دیکھتے ہیں۔

هُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ

ترجمہ : وہی جس نے آپ پر کتاب اتاری بعض محکم آیات ہیں وہی اصل کتاب ہیں اور کچھ دوسری ملتی جلتی یعنی متشابہہ، اب جن کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ انہی متشابہہ کے پیچھے لگ جاتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور مرضی کی تاویلیں حالانکہ اسکی تاویل کا علم خدا کے پاس ہے اور جو علم میں پختہ ہیں ہمارا ان پر ایمان ہے یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں ۔اور نصیحت صرف اہلِ دانش ہی حاصل کرتے ہیں۔(آلِ عمران 7)

اب اس ترجمہ کے مطابق تو یہ باتیں سامنے آئیں گی :

1۔ اللہ نے اپنی کتاب میں محکم یعنی فیصلہ کُن آیات اور متشابہہ یعنی غیر واضح آیات خود ہی شامل کر دی ہیں۔

2۔ جن کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ صرف متشابہہ کو پڑھیں گے جس سے وہ دو چیزیں بنائیں گے ایک فتنہ اور دوسرا مرضی کی تاویل۔

3۔ ان آیات کا علم تو صرف خدا کے پاس ہے۔

4۔ راسخ العلم یعنی پختہ علم والے ان پر یہ کہہ کر ایمان لے آئیں گے کہ محکم اور متشابہہ دونوں رب کی طرف سے ہیں۔

5۔ نصیحت صرف عقل والوں کے حصے میں آئے گی۔

اب ہم ایک ایک کر کے سب کا جائزہ لیتے ہیں میں اس لئے زیادہ تفصیل سے بتا رہا ہوں کیونکہ یہ خطرناک ترین حملوں میں سے ایک ہے جو قرآن کی حاکمیت پر کیا گیا ہے۔

1۔ اللہ نے اپنی کتاب میں محکم یعنی فیصلہ کُن آیات اور متشابہہ یعنی غیر واضح آیات خود ہی شامل کر دی ہیں۔

اس ترجمہ سے ایک تو یہ چیز نظر آ رہی کہ اللہ خود ہی کچھ آیات کو متشابہہ بنا کر نازل کرتا ہے تا کہ کوئی انکو سمجھ نہ سکے معاذ اللہ۔ میں حیران ہوں کیسے کوئی مسلمان اس بات کو تسلیم کر لیتا۔ دوسری طرف اللہ ہی قرآن میں فرما رہا ہے۔

كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ

ترجمہ : یہ کتاب ہے جسکی آیتیں محکم ہیں اور پوری تفصیل کے ساتھ ہیں ایک دانا اور خبر رکھنے والے کی طرف سے۔(ھود 1)

دیکھو کتنی عجیب بات ہے ایک طرف قرآن کی سب آیات کو محکم کہا جا رہا ہے تو کیسے ممکن دوسری جگہ اللہ اسکے الٹ بات کرے یہ تو اسنے قرآن میں دعویٰ بھی کر رکھا ہے۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْكَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا

ترجمہ : کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے ؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تم یقینا اس میں بہت اختلاف پاتے۔(النساء 82)

اب تم خود سوچو اللہ دعویٰ کر رہا ہے کہ قرآن میں کسی قسم کا اختلاف ممکن ہی نہیں تو پھر کیسے ہوسکتا کہ اللہ سورۃ ھود میں تو کہے کہ آیات محکم اور مفصل ہیں اور سورۃ آلِ عمران میں کہے کہ آیت متشابہہ ہیں اور غیر واضح۔

اب اگلے اشارے کی طرف غور کرتے ہیں۔

2۔جن کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ صرف متشابہہ کو پڑھیں گے جس سے وہ دو چیزیں بنائیں گے ایک فتنہ اور دوسرا مرضی کی تاویل۔۔

اس آیت کے مطابق دلوں میں ٹیڑھ والے متشابہہ کے پیچھے پڑے رہیں گے، یہاں مسئلہ دلوں کا ٹیڑھ ہے، نہ کہ کوئی مذہب یا قوم اس لئے اس کو یہود و نصاریٰ پر لاگو کر کے بھی خود کو خوش فہمی کا شکار نہیں کیا جا سکتا اور ان کا یہ عمل دو وجوہات کی بناء پر ہو گا پہلا تو ایک فتنہ بنانا اور دوسرے اپنے مرضی کے معانی یعنی کہ تاویل۔ فتنہ اس چیز کو کہتے ہیں جو لوگوں کی زندگی میں مشکلات کا باعث بنے اور مرضی کی تاویل ہمیشہ مرضی کے مقاصد کے لئے ہوتی ہے ورنہ اگر قرآن کو اللہ کا حکم مان لیا جائے تو مرضی وہیں پر ختم ہو جاتی ہے۔

3۔ان کا علم تو صرف خدا کے پاس ہے۔

یہاں خدا کا خوف کیے بغیر یہ مطلب لکھ دیا کہ متشابہہ کا علم صرف خدا کے پاس ہے یعنی قرآن میں ایسی آیتیں بھی جن کا مقصد پڑھنے والے کو کبھی پتہ ہی نہیں چل سکتا کیونکہ یہ اللہ نے اپنے پاس رکھ لیا پھر آیت نازل کرنے کی اور قرآن میں شامل کرنے کی مجھے کوئی وجہ نہیں سمجھ آتی ایک طرف اللہ قرآن میں سورۃ القمر میں فرما رہا کہ ہم نے قرآن کو آسان کر دیا ہے نصیحت کے لئے تو کوئی ہے جو قبول کرے؟ اور یہ آیت سورۃ القمر میں ہی چار بار دہرائی گئی یعنی بہت زور دیا گیا ہے اور پورے قرآن کا لفظ استعمال کیا ہے یعنی یہ پورا قرآن آسان ہے نصیحت کے لئے تو کیسے ممکن ہے کہ ایک طرف اللہ کہے یہ آسان ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے اور دوسری طرف کہے کہ تم اسے نہیں سمجھ سکتے اسکا علم تو صرف میرے پاس ہے۔اب اگلا نقطہ دیکھتے ہیں۔

4۔راسخ العلم یعنی پختہ علم والے ان پر یہ کہہ کر ایمان لے آئیں گے کہ محکم اور متشابہہ دونوں

رب کی طرف سے ہیں۔

سوچو جو علم کے سب سے زیادہ ماہر افراد ہوتے جنکو قرآن نے راسخ العلم کہا ہے میرے ذاتی خیال میں کسی بھی انسان کے علمی مرتبہ کو بتانے کے لئے اس سے بڑا لفظ قرآن میں موجود نہیں ہے اور وہ اُن آیات پر آنکھیں بند کر کے ایمان لے آئیں گے۔ اگر آنکھیں بند کر کے ایمان ہی لانا تھا تو راسخ العلم کی کیا ضرورت تھی وہ تو دنیا کم علم ترین انسان بھی یہ مان سکتا تھا بلکہ کم پڑھے کو زیادہ آسانی ہوتی کیونکہ اسے تحقیق کی عادت ہی نہیں ہوتی۔ اب ترجمہ کا آخری جملہ دیکھتے ہیں۔

5۔ نصیحت صرف عقل والوں کے حصے میں آئے گی۔

اگر نصیحت کے لئے عقل کا ہونا اور لگانا ضروری ہے تو اس سے پچھلے جملے میں ہی جو سب سے زیادہ عقل والے یعنی راسخ العلم ہیں انھیں کیوں کہا جا رہا کہا آنکھیں بند کر کے متشابہہ پر ایمان لے آؤ۔ امید ہے اس ترجمہ میں جتنے مسائل تھے وہ سمجھ آ گئے ہوں گے آؤ اب لفظ بہ لفظ ترجمہ کرتے ہیں اس آیت کا۔

هُوَ الَّذِىٓ أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ

وہی ہے جس نے کتاب اتاری تم پر جس میں فیصلہ کُن آیات ہیں یہی الکتاب کی اصل بنیاد ہیں۔

وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ

اور دوسری سب چیزیں مشتبہ ہیں یا یوں بھی کہ سکتے باقی سب مشکوک ہیں۔

فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ

پس جنکے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ مشکوک چیزوں کی اتباع کرتے تا کہ بنائیں لوگوں کے لئے آزمائش اور ڈھونڈتے ہیں اپنی مرضی کے معانی۔

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلاَّ اللّهُ

اللہ جانتا ہے انکی مرضی کے معانی کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔

وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا

علم میں گہرائی جاننے والے کہتے ہیں ہم اسی کو مانیں گے جو سارا رب کی طرف سے ہے۔

وَمَا يَذَّكَّرُ إِلاَّ أُوْلُواْ الألْبَابِ

اور اہل دانش کے اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

اب اس سب کو ایک ترتیب سے پڑھیں تو اور واضح ہو جاتا ہے

ترجمہ : وہی ہے جس نے کتاب اتاری تم پر جس میں فیصلہ کن آیات ہیں یہی الکتاب

کی بنیاد ہیں دوسری سب چیزیں متشابہہ ہیں پس جنکے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ متشابہہ کی اتباع کرتے تا کہ بنائیں لوگوں کے لئے آزمائش اور ڈھونڈتے ہیں اپنی مرضی کے معانی، اللہ جانتا ہے انکی مرضی کے معانی کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔علم کی گہرائی جاننے والے کہتے ہیں ہم اُسی کو مانیں گے جو سارا رب کی طرف سے ہے اور اہل دانش اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

قرآن کے علاوہ چیزوں کو خود بنایا گیا تا کہ لوگوں سے انکی بھی اتباع کرائی جائے اور اپنی مرضی کے فرقے گھڑے گئے اسی کو اللہ نے مشتبہ قرار دیا ہے اور اپنی آیات کو محکم۔مگر ان بدبختوں نے تو قرآن کے ہی ایک حصے کو مشتبہ قرار دے دیا اور ساتھ یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی سارا قرآن سمجھا بھی نہیں جاسکتا پس اس سے قرآن فہمی کے رجحان میں واضح کمی پیدا کی گئی اور لوگوں اپنی خود ساختہ تعلیمات کے پیچھے لگا دیا گیا۔

بیٹا یاد رکھنا کہ اللہ نے قرآن کو ہدایت کہا ہے تو اس کا لفظ لفظ ہدایت ہے ایسا نہیں کہا کہ کچھ آیات ہدایت ہیں اور کچھ نہیں ۔ اگر پورا قرآن ہدایت ہے اور اسی میں کچھ آیات کے بارے میں معاذ اللہ، وہ خود ہی کہے کہ تم ان کو سمجھ نہیں سکتے تو پھر ہم اُن آیات سے ہدایت کیسے لے سکتے ہیں، پھر پورا قرآن ہدایت کیسے ہوسکتا ہے؟ اور اللہ کا دعویٰ کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔

عشقِ مجازی

''حضرت یہ فرمائیں کہ قرآن میں رشتہ داروں کے معاملات ، ان سے ملنا جلنا ، ناراضگیاں ، راضی نامے، قطع تعلق ، شادی غمی ، ان سب معاملات پر زیادہ بات کیوں نہیں کی گئی ، نہ بہن بھائیوں کے معاملات زیادہ بیان ہوئے ، نہ دو بھائیوں کے آپس کے تعلقات کے بارے میں نہ دو بہنوں کے ، نہ بچوں کی پرورش کے متعلق خاص طور پر ذکر ہوا حالانکہ انسان کی ساری زندگی انھی لوگوں میں گذرنی ہوتی ہے پھر قرآن سے کیسے کوئی ان معاملات کے بارے میں ہدایت حاصل کرے؟''

میں نے ان کے بولنے سے پہلے دوسرا سوال بھی ساتھ ہی نتھی کر دیا۔

''معذرت کے ساتھ مگر پوچھنا ضروری ہے کہ جیسے دو انسانوں کو آپس میں محبت ہو جاتی ہے ان کے بارے میں قرآن کوئی بات کیوں نہیں کرتا حالانکہ ہر انسان کو کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی سے محبت ، لگاؤ یا انسیت رہتی ہے''۔

وہ ایک میٹھی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے ہوئے بولے۔

"ایک ہی سانس میں تم نے کافی سارے سوال کر دے لیکن ہم کوشش کرتے ہیں باری باری سب کو وقت دے سکیں۔۔۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن کا موضوع انسان ہے اور جو بھی کسی کتاب کا موضوع ہوتا ہے اُس پر سب سے زیادہ گفتگو ہوتی ہے اسی کتاب میں۔اب وہ انسان کبھی بچہ ہوگا، کبھی جوان ہوگا، کبھی خاوند یا بیوی، کبھی باپ یا ماں، کبھی کسی کا بھائی یا بہن کبھی کسی کا بیٹا یا بیٹی، کبھی کسی کا دوست، کبھی دشمن، کبھی محبوب کبھی محب، کبھی نفرت، کبھی حکمران، کبھی عوام، کبھی استاد کبھی طالبِ علم، کبھی مالک کبھی نوکر اور عام انسان اور کبھی خاص، کبھی نبی، کبھی صحابی کبھی ان دونوں کا دوست یا دشمن مگر اپنے ہر ہر حال میں وہ انسان ضرور ہوگا۔

یہ ممکن ہے کہ کافی لوگ بحیثیت بیٹا اور بیٹی تو زندگی گزاریں مگر کبھی ماں یا باپ کا کردار انکے حصے میں نہ آسکے، یہ ممکن کسی کے حصے میں یہ دونوں ادوار اور کردار آجائیں، یہ ممکن ہے کسی کے پاس یہ دونوں کردار ہوں اور وہ حکمران بھی اور نہ بھی ہو، یہ بھی ممکن کوئی یہ سب کچھ بھی ہو اور ساتھ میں اللہ کا نبی بھی ہو یا کسی ریاست کا حکمران یا استاد بھی۔یہ بھی ممکن کسی کے پاس شروع میں بتائے گئے سب کردار آجائیں مگر وہ اللہ کی ذات کا منکر ہو یا کسی اور نبی کی امت سے ہو باقی بعد میں آنے والے انبیاء پر یقین نہ رکھتا ہو، یعنی باقی سب کردار کسی کسی کے حصے میں آئیں گے اور کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی کردار سے محروم بھی رہے گا، چاہے وہ ہو جسکے حصے میں زیادہ سے زیادہ کردار آئے چاہے وہ جسکے حصے میں کم کردار آئے یا صرف ایک ہی آیا، یہ سب بحرحال انسان لازماً کہلائیں گے اور انسان کا بنیادی کردار ان کے

لئے لازم وملزوم ہے ۔ یہی وہ بنیادی وجہ ہے جس کے لئے اللہ نے انسان کو اس کتاب کے لئے بحیثیت موضوع چُنا ہے اور انسانی معمالات پر سب سے زیادہ گفتگو کی گئی ہے قرآن حکیم میں۔

میں خود بھی رسول اللہ سے قرآن سُنا کرتا تھا خصوصاً جو قصے قرآن میں بیان کیے گئے تو حیران ہوتا تھا اللہ نوح کا قصہ بیان کرتا ہے تو بیٹے کی نافرمانی ، ابراہیم ہے تو انکے آباء کا نہ ماننا ، بیوی اور بیٹوں کے معاملات ، یعقوب کی بات کی تو یعقوب کے بیٹوں کے مسائل بھی ، یوسف کی کہانی ہے تو بھائیوں کے رنگ اور لوط ہے تو بیوی ، یہیں سے خاندان اور افراد کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے حالانکہ عام طور پر لگتا ہے کہ انبیاء کا کام دنیا کو توحید بتانا اور شرک سے بچانا ہے مگر ہر ہر نبی کے خاندان کے مسائل بیان کر کے اللہ نے ہمیں کتنا واضح اشارہ دیا ہے کہ یہ کردار اہم ہیں ان سے معاملات بہت اہمیت کے حامل ہیں اور بہت نازک بھی ہیں۔

آؤ کوشش کریں کہ پہلے اللہ کے قانون کو سمجھا جائے انسانوں کے بارے میں ، وہ انسانوں کو کیسے دیکھنا چاہتا ہے ۔اللہ نے انسانوں سے ملنے جلنے، ان میں رہنے، ان سے معاملات کرنے،حکومت ، کاروبار، رشتہ ، شادی ، محبت ، دوستی دشمنی سب کچھ کرنے کے اصول وضع کر دیے ہیں اور سب کے لئے ایک جیسے ہیں، میں بولتا جاتا ہوں تم لکھ لو۔

جو دوسروں سے کہنا اس پر خود بھی عمل کرنا۔(البقرۃ 44)

سچ بولنا۔(ص 84)

کبھی کسی کا مذاق مت اُڑانا۔ (الحجرات 11)

بات کرنا تو نرمی سے کرنا۔ (طٰہٰ 44)

وعدہ کرنا تو مت توڑنا۔ (البقرہ 177)

امانت میں خیانت نہ کرنا۔ (النساء 58)

کوئی انجانے میں غلطی کر جائے تو فوراً معاف کر دو۔ (النحل 119)

لوگ تم سے فیصلہ لیں تو کسی ایک کی طرفداری نہ کرنا۔ (النساء 58)

لوگوں میں صلح کرانا۔ (الحجرات ۹)

بدگمانیوں سے بچنا۔ (الحجرات 12)

غیبت نہ کرنا۔ (الحجرات 12)

والدین سے حسنِ سلوک کرنا۔ (الاسراء 23)

نصیحت کرنا تو بہت اچھی کرنا۔ (النساء 58)

صرف ان سے لڑنا جو زبردستی تم سے لڑیں۔ (البقرۃ 190)

ایک دوسرے کا مال ناجائز طریق سے نہ ہڑپ کرنا۔ (النساء 29)

کوئی جہالت سے پیش آئے تم سلامتی سے پیش آنا۔ (الفرقان 63)

فضول باتوں سے بچنا۔ (المومنون 3)

آپس میں مشورہ کر لینا۔ (الشوریٰ 38)

مہمان نوازی کرنا۔ (الذاریات 26)

حاجتمندوں سے بھی نرمی سے پیش آنا۔ (الاسراء 28)

سفید پوش لوگوں کو ڈھونڈ کر انکی مدد کرنا۔ (البقرۃ 273)

یتیموں کی حفاظت اور خیال کرنا۔ (البقرۃ 220)

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔(الحدید 7)

قرضدار کو مزید مہلت دے دینا۔(البقرۃ280)

لوگوں کے ساتھ انصاف کرنا۔(الممتحنہ 8)

کوشش کرنا تاکہ حاصل کر سکو۔(النجم 39)

قوانین توڑنے سے بچنا۔(الحجرات 13)

گناہ اور زیادتی سے بچنا۔(المائدہ 2)

مایوس نہ ہو جانا۔(الزمر 53)

حسد سے بچ کے رہنا۔(النساء 54)

دنیا میں اپنا جائز حصہ لینا۔(القصص 77)

عورتیں اپنے آپ کا دکھاوا نہ کریں۔(الاحزاب 33)

مرد اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں۔(النور 30)

کسی کے خدا کو بھی برا مت کہو۔(الانعام 108)

برائیوں سے بچنا اور مصیبت میں ثابت قدمی دکھانا۔(لقمان 17)

بداخلاقی، اکڑ اور خود پسندی سے بچنا۔(لقمان 18)

کسی کے گھر بغیر اجازت داخل مت ہو۔(النور 27)

بغیر جانے کسی چیز کو مت مانو۔(الاسراء 35)

اللہ کی طرف بھی بلاؤ تو پہلے دانائی اور بہترین نصیحت کرنا سیکھو۔(النحل 125)

فساد پھیلانے کا ذریعہ نہ بن جانا۔(البقرۃ60)

آپس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔(آل عمران 103)

دین میں کوئی جبر نہیں نہ تم کسی پر جبر کرنا دین کے نام پر۔(البقرۃ256)

کسی کی اندھی پیروی مت کرنا۔(البقرۃ170)

اتنا کچھ کہنے کے بعد انھوں نے سانس لی مسکرائے اور کافی کا کپ اٹھالیا۔

میں قرآن کے یہ سب احکامات سننے کے بعد نہایت شرمندگی محسوس کر رہا تھا، ایسا لگا جیسے قرآن نے میری زندگی کا ایک ایک لمحہ بیان کر دیا ہو، مجھے وہ سارے موقعے یاد آ رہے جب جب مجھے ان سب باتوں کی ضرورت پڑتی رہی مگر مجھے پتہ ہی نہیں تھا کہ سب باتیں اتنی سادہ طریقے سے قرآن میں لکھی ہوئی ہیں، وہ سارے واقعات جہاں جہاں میں غلطی کر گیا اور مجھے سالوں بعد تجربات نے سکھایا تھا کہ ایسا کرنا غلطی تھا اور جو صحیح کام تھا کرنے والا وہ قرآن میں پہلے سے موجود تھا۔ افسوس ہو رہا تھا کہ اسے زندگی کی عملی کتابوں کی فہرست سے نکال کر ہم نے ثواب کی کتاب بنا کے رکھ دیا۔ ساتھ یہ بھی حیرت ہو رہی تھی کہ قرآن کو پڑھتے ہوئے، اس پر تحقیق کرتے ہوئے، لوگوں سے جن کو عوام عالم، پیر یا مجتہد یا مفتی سمجھتی ہے ان سے بھی پوچھتے ہوئے پندرہ سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا تھا مگر زندگی کے ایسے سادہ سے اصول کوئی نہیں سمجھاتا تھا۔ ان ظاہری طور پر عالم کہلانے والوں کو میں نے جب قرآن پر بات کرتے سنا بھی تو یہ کبھی اپنی مسلک کی دلیل کی خاطر استعمال کرتے، یہود و نصاریٰ کو برا بھلا کہنے کے لئے، کوئی اصحاب کی شان بیان کرتا، کوئی امہات المومنین کے لئے استعمال کرتا تو کوئی اپنے اماموں کے لئے مگر کسی نے یہ نہ بتایا کہ اس میں روزمرہ کی زندگی کو اتنی سادگی سے سمجھا دیا گیا ہے کہ انسان کسی پیر، مفتی، امام یا مجتہد کا محتاج نہیں کیونکہ یہ سب لوگ بھی اسی کتاب کے محتاج ہیں۔ مجھے ایسا لگا صحابی رسول نے میرے دماغ کو پڑھ لیا وہ کپ رکھتے ہوئے بولے۔

''بیٹا اب ان اصولوں کو لے لو اور اپنی زندگی میں جس کسی رشتے پر بھی لاگو کر لو جواب ہمیشہ ٹھیک آئے گا، کسی بھی صورتحال سے نمٹ رہے ہو یہ ہمیشہ تمھیں سب سے اچھا راستہ بتائیں گے، کسی بھی انسان، معاشرے، ریاست، حکمران، عوام، شاگرد، استاد، محبوب یا محب پر ان اصولوں کو چلا کر دیکھ لو تم سُرخرو ہو کر ہی نکلو گے۔

سچ بولنا، جھوٹ سے بچنا، امانت کا خیال کرنا، نرم لہجہ، معافی مانگ لینا اور معاف کر دینا اور اسطرح کے دیگر تمام بتائے گئے اصولوں کا کسی ایک معاشرے یا ریاست سے تعلق نہیں یہ پوری دنیا پر ایک جیسے لاگو ہوتے ہیں، رشتہ دو انسانوں میں ہو محبت کا یا خون کا، یا رشتہ دو ریاستوں کے بیچ کا ہو یہ اصول ویسے ہی رہیں گے، یہ اصول مرد و خواتین دونوں پر ایک طرح لاگو ہوں گے اور دونوں کو ایک ہی طرح کا اجر دیں گے۔ ان پر ہر عمر، رنگ، نسل، مذہب اور خصوصاً امیر ہو یا غریب دونوں ایک طرح سے عمل کر سکتے ہیں، یہ داڑھی والے انسان اور بغیر داڑھی والے پر بھی ایک جیسے لازم و ملزوم ہیں، یہ کسی وضو، غسل، لباس اور بیعت کے محتاج نہیں۔ یہی اللہ کا عدل ہے اور اسی عدل کے تحت پرکھا جائے گا سب کو اور کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہو گی۔

فرض کرو تم کسی کو اچھا نہیں سمجھتے یا کسی وجہ سے تمھارے مزاج نہیں ملتے اور اکثر اختلاف رہتا ہے تو بھی قرآن تم سے کہتا ہے اسکی غیبت نہ کرنا، اسکے بارے میں جھوٹ نہ بولنا، اختلاف رکھنا مگر بد اخلاقی نہ کرنا، اگر وہ کسی دوسرے مذہب سے ہے جو غیر اللہ کو مانتے ہیں تو بھی تم انکے خدا کو بُرا مت کہنا اور ہو سکے تو جس غلطی کی وجہ سے تمھیں وہ نہیں

پسند اسے معاف کر دینا اگر تم ایسا کر سکو گے تو یقین جانو یہ اختلاف بھی تمھاری ہدایت کی وجہ بن جائے گا، کسی بھی مخالف انسان کے بارے میں ہمارے تین رویے ہوتے ہیں۔

پہلا اختلاف کے بدلے اختلاف یا نفرت۔

دوسرا اختلاف کے بدلے معاف کر دینا۔

تیسرا اختلاف کے بدلے بھی اُس پر احسان کرنا۔

پہلا سب کے لئے منع ہے جیسا کہ ہم نے قرآن میں دیکھ لیا ہے، دوسرا سب کے لئے مقرر کیا گیا ہے اسی میں بہتری ہے ہماری اور تیسرا انبیاء اور اللہ کے نیک بندوں کی سنت ہے، رسول اللہ کی زندگی ان واقعات سے بھری پڑی ہے جہاں اپنے مخالفیں پر بھی احسان کرتے نظر آتے ہیں۔

جب کوئی معافی مانگے تو معاف کر دینا 'معافی' کہلاتا ہے اور کوئی زیادتی کرنے کے باوجود معافی نہ مانگے اور آپ اسے معاف کر دیں تو اس عمل کو 'احسان' کہا جاتا ہے اور یہ سب سے بڑا درجہ ہے۔

میں نے رسول اللہ کو ان لوگوں کے لئے دعا کرتے دیکھا بلکہ اکثر تو رو رو کر دعا کرتے دیکھا جو انکو سب سے زیادہ تکلیف پہنچایا کرتے اور ان کو دیکھ کر ہم سب لوگ بھی رو پڑتے تھے۔ میں تو صرف یہ سوچ کر رو پڑتا تھا کہ میں کیوں ایسا نہیں ہوں کاش میں بھی رسول اللہ کی اپنے دشمنوں کو معاف کر دینے کے بعد انکی بھلائی کی دعائیں مانگوں رو رو کر مگر میں ایسا

نہیں کر پایا اکثر"۔

ان کی اس حقیقت پسندی نے مجھے پریشانی کی حد تک پشیمان کر دیا۔ اتنی بڑی ہستی ہو اور اسے یہ ماننے اور اظہار کرنے میں کوئی تنگی نہیں محسوس ہو رہی کہ وہ ایک خاص عمل ایک خاص انداز سے نہیں کر پائے جو ویسے بھی انبیاء کی سنت ہے اور عوام کے لئے بہت بڑا معرکہ، اور اپنی اس کمی کا اظہار وہ ایک بچے کے سامنے کر رہے ہیں جسکی ان کے قدموں کی خاک جتنی بھی اوقات نہیں ہے، پتہ نہیں یہ انکی عاجزی تھی یا عاجزی کی انتہا مگر میرے اندر شرمندگی کا ایک نیا آغاز کر گئی۔ وہ دوبارہ بتانا شروع ہوئے۔

جہاں تک بچوں کی پرورش کی بات ہے تو اس پر بھی وہی سارے قانون لاگو ہوں گے جو میں نے ابھی بیان کیے اور یہی سب عادات ہونگی جو ہمیں اپنی اگلی نسل میں منتقل کرنی ہیں۔ مجھے یاد آ گئی ایک پرانی حکایت جس میں ایک بادشاہ اپنے دو وزیروں کو اپنے پاس بلاتا ہے اور کہتا ہے سب سے زیادہ اثر کس چیز کا ہوتا ہے تربیت کا یا ماحول کا۔ ان دونوں میں سے کون سی چیز ہے جو دوسری سے زیادہ اثر کرتی ہے؟

ایک وزیر بولا پرورش کا اثر سب سے زیادہ ہوتا ہے جب کہ دوسرا بضد تھا کہ ماحول کا اثر زیادہ ہوتا ہے اور دونوں کے پاس اپنے اپنے حق میں دلائل بھی موجود تھے۔ بادشاہ بہت سمجھدار تھا اس نے دونوں سے کہا تم اپنا اپنا موقف مجھے کوئی مثال دکھا کر ثابت کرو اور اس کے لئے میں تمھیں ایک ماہ کا وقت دیتا ہوں تا کہ پتہ چلے کون کتنا ذہین ہے۔

کوئی پچیس دن گزرنے کے بعد ایک وزیر دربار میں آیا اور کہنے لگا کہ باشاہ سلامت میں اس دربار میں کچھ دکھانا چاہتا ہوں جس سے ثابت ہو جائے گا کہ پرورش کا اثر سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ بادشاہ نے اثبات میں سر ہلایا اور یوں پورا دربار متوجہ ہو کر وزیر کی طرف دیکھنے لگ گیا۔

وزیر نے دربار کے دروازے پر آکر تالی بجائی تو دروازے کے باہر سے دس بلیاں ایک قطار میں اندر آئیں۔ ہر بلی کے منہ میں ایک تھالی تھی جس کو اس بلی نے اپنے دانتوں میں دبوچ رکھا تھا اور اسی تھالی میں ایک شمع بھی روشن تھی ۔ جب سب بلیاں آکر ایک قطار میں کھڑی ہو گئیں تو وزیر نے دوبارہ تالی بجائی اور سب بلیاں اسی ترتیب سے دربار سے واپس چلی گئیں۔

یہ سارہ معاملہ دکھانے کے بعد وزیر فخر سے گویا ہو۔

'دیکھا بادشاہ سلامت آپ نے، تربیت تو ایک جانور کو بھی اپنی مرضی کے مطابق ڈھال سکتی ہے اسی لئے میں نے کہا تھا کہ نفسیات پر سب سے زیادہ اثر تربیت کا ہوتا ہے۔'

یہ سن کر بادشاہ نے کہا۔

'خوب! اچھا لگا مجھے۔'

پھر بادشاہ نے دوسرے وزیر کی طرف دیکھا جو خاموش کھڑا تھا مگر اس وزیر نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ بادشاہ بولا

'کیا آپ ہمارے وزیر کی منطق سے متفق ہیں کہ تربیت کا اثر سب سے زیادہ ہوتا ہے'۔

وزیر اصل میں لاجواب ہو چکا تھا مگر پھر بھی خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔

'بادشاہ سلامت ابھی پانچ دن باقی ہیں، میں بھی لازمی اپنی بات کو دلیل اور منطق سے ہی بیان کر کے دکھاؤں گا'۔

یوں دربار تو برخاست ہو گیا مگر وزیر کی پریشانی ختم نہیں ہوئی۔ اُس نے بہت سے لوگوں سے دریافت کیا تھا مگر خاطر خواہ جواب نہیں حاصل کر سکا تھا۔ بالآخر وزیر کو پتہ چلا ایک ایسے شخص کے بارے میں جو بہت دانا فلسفی مشہور تھا۔ وزیر دو دن کی مسافت طے کر کے اس کے پاس پہنچا اور اس کو سارا معاملہ گوش گزار کیا۔ وہ دانا وزیر کی بات سننے کے بعد بولا کہ آپ واپس جائیں، میں کل یہاں سے سفر کروں گا اور دو دن بعد آپ کے پاس دربار میں حاضر ہوں گا اس بات کا جواب دینے کے لئے۔

وزیر نے بتایا کو وہ کس شرمندگی والی صورت حال سے گزر رہا ہے اور اگر وہ نہ آیا دو دن بعد پورے دربار میں اسکی کم علمی کا چرچہ ہوگا اور وزارت بھی ہاتھ سے لی جا سکتی ہے۔ دانا کی تسلی کے بعد وزیر واپس روانہ ہو گیا کیونکہ اب اتنے کم وقت میں اور کوئی آسرا بھی تلاش کرنا ممکن نہ تھا۔

تیسویں دن دربار لگا ہوا تھا اور وزیر کے بتانے پر سب منتظر تھے کہ ایک دانا آئے گا اور وہ یہ ثابت کرے گا کہ ماحول کا اثر تربیت پر فوقیت رکھتا ہے۔ تھوڑی دیر میں وہ فلسفی اپنے ایک گٹھلی اٹھائے دربار میں داخل ہوا تو وزیر کی جان میں جان آئی۔

فلسفی نے کہا جو پہلے وزیر نے تربیت کا عملی نمونہ دکھایا تھا وہ دوبارہ اسی دربار میں دکھایا جائے۔

پہلا وزیر فخر کے ساتھ دروازے پر جا کر تالی بجاتا ہے اور ساری بلیاں اسی طرح منہ میں تھالی پکڑے دربار میں داخل ہوتی ہیں اور تھالیوں میں ایک ایک شمع بھی اُسی طرح روشن ہے۔ جب ساری بلیاں تھالی اُٹھائے دربار میں آ کر کھڑی ہوتی ہیں تو فلسفی نے اپنی گٹھلی کو زمین پر رکھ کے کھولا اس میں سے دس چوہے نکلے اور ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔ ان چوہوں کے دیکھ کر سب بلیوں نے ان کے پیچھے غرّا کر دوڑ لگا دی۔ سب تھالیاں اور شمعیں دربار میں بکھر گئیں اور بلی چوہوں کی دوڑ شروع ہو گئی۔ فلسفی نے کچھ نہیں کہا کیونکہ ماجرہ اپنا آپ خود سب کچھ واضح کر رہا تھا۔ اب دوسرے وزیر کے بولنے کی باری تھی۔

'بادشاہ سلامت تربیت کا اثر لازمی ہے مگر جب تک ماحول کی مطابقت نہ ہو خالی تربیت اثر نہیں کر پاتی، اس کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ تربیت چند افراد کے مرہونِ منت ہوتی جبکہ ماحول سینکڑوں طرح سے شخصیت کو بناتا اور بگاڑتا ہے۔'

بیٹا اسی حکایت سے سیکھا جا سکتا کہ کیسے تربیت اور ماحول انسان کی شخصیت کو بناتے اور بگاڑتے ہیں اور جو آخر میں تم نے پوچھا تھا کہ اگر کسی انسان کو کسی دوسرے انسان سے انسیت یا محبت ہو جائے تو میں تمھیں اِنھیں اصولوں میں چند اصول چُن کر بتا دیتا ہوں،

تمھیں ہمیشہ کامیابی اور سکون ملے گا اور کبھی اگر ظاہری طور پر دنیا میں تم ناکام بھی ہو گئے تو قیامت والے سرخرو ہو کر اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہو گے کیونکہ تم نے وہی کیا جو اللہ نے کہا تھا باقی سب نتائج تو صرف اللہ کے ہی ہاتھ میں ہیں۔ تم جس سے محبت کرو اس انسان سے سچ بولو، کبھی جھوٹ نہ بولنا، اسکے سامنے کسی کی غیبت نہ کرنا، تم جو کہو وہ کر کے بھی دکھانا یعنی تمھارے قول و فعل میں تضاد نہ ہو، بات نرمی سے کرنا، اسکے ساتھ کوئی وعدہ کرنا تو پورا کرنا، وہ تمھیں اپنا کوئی راز بتائے تو اس امانت میں کبھی خیانت مت کرنا، اپنے اور اسکے والدین کا احترام کرنا، وہ کچھ غلط کر جائے تو معاف کر دینا، کبھی لوگوں کے سامنے اسکا مذاق نہ اڑانا، اگر وہ تنگدست ہے تو بغیر جتائے اسکی مدد کرنا اور وہ خوشحال ہے تو اسکو لوگوں کی مدد پر لگا دینا، اسے نصیحت کرنا تو صرف اچھی کرنا، فضول باتوں سے بچنا اور اگر تم سے غلطی ہو جائے معافی مانگ لینا۔

انھیں سب باتوں کو الٹ کر کہ دیکھو انسان کے جتنے بھی تعلقات خراب ہو جاتے ہیں یا کسی سے ناراضگی ہو جاتی ہے تو اس میں کہیں نہ کہیں جھوٹ، غیبت، ناانصافی، امانت میں خیانت، کسی کو معاف نہ کرنا یا کسی کا راز آگے بیان کر دینا، مایوسی یا حسد انہیں باتوں میں سے کوئی نہ کوئی بات ہوتی اور یہی سب اللہ نے قرآن میں منع فرمایا ہے۔

اب یہ ساری باتیں میں تمھیں انھیں اصولوں میں سے بتائی ہیں جنکو پہلے ہم نے قرآن سے پڑھا ہے، کوئی نئی بات نہیں بتائی بس ایسے ہی قرآنی تعلیمات کو اپنی زندگی کے ہر ہر موقعے پر لاگو کیا جا سکتا ہے اسی کو اللہ نے دین کہا ہے اور لوگوں کو سلامتی دینے کو سب سے بہتر دین یعنی سب سے بہتر طریقہِ زندگی کہا ہے۔ ہو سکے تو جس سے محبت کرتے ہو اس کو قرآن سے محبت کرنا سکھاؤ تا کہ وہ تمھاری محبت میں اللہ کے پسندیدہ لوگوں میں شامل ہو

جائے کسی سے محبت کا اس سے بڑا اعزاز کیا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص تمھاری وجہ سے ان لوگوں میں شامل ہو جائے جن سے اللہ محبت کرتا ہے۔ یہی کام رسول اللہ نے ہمارے ساتھ کیا انھوں نے ہمیں اس قابل بنایا کہ اللہ کو لکھنا پڑا کہ وہ ہم سے راضی ہے اگر تم واقعی کسی سے محبت کرتے ہو تو قرآن کے مطابق کرو اللہ تمھاری محبت سے بھی محبت کرے گا یہ میرا ایمان ہے"۔

یہ جو آخری لفظ تھے انکے کہ 'یہ میرا ایمان ہے' یہ ایسے دل کے کسی اندرونی حصے پر جا کر زور سے لگے جیسے کوئی جج فیصلہ سناتے وقت ہتھوڑے کو میز پر مار کر فیصلہ سناتا ہے۔ آخری اور ناقابلِ تردید فیصلہ۔

"میرا خیال ہے جو میں بتانا چاہ رہا تھا وہ تمھیں سمجھ آ گیا ہے اس لئے اس ایک آیت پر موضوع کو ختم کرتے ہیں۔

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ

ترجمہ : وہ لوگ جو ہر حال میں یعنی تنگی میں بھی اور خوشحالی میں بھی اللہ کی راہ میں خرچتے ہیں، اپنے غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں، اللہ ایسے اچھے لوگوں سے بہت محبت کرتا ہے"۔(الِ عمران 134)

درود وسلام

''حضرت میں درود وسلام کے بارے میں بہت لوگوں سے پوچھ چکا ہوں، خود بھی جتنی تحقیق کر سکتا تھا کرلی ہے مگر مجھے ابھی تک سمجھ نہیں آپائی کہ یہ کیا چیز ہے، جو میں ابھی تک جان پایا اور لوگوں سے پوچھتا رہا وہ آپ کو تفصیل سے بتانا چاہتا ہوں تاکہ اُس کے مطابق آپ میری رہنمائی کریں۔۔۔

سورۃ احزاب آیت 56 میں اللہ فرماتا ہے کہ اللہ اور ملائکہ نبی پر دورد بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی آپ پر دورد اور سلام بھیجو خوب تر' اس آیت میں واضح حکم ہے ہم نے نبی ﷺ پر دو چیزیں بھیجنی ہیں دورد اور سلام۔اگر حدیث اور نماز کی کتابوں میں دیکھا جائے تو یہ درود عام ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
ترجمہ :اے اللہ تو محمد ﷺ اور ان کی ال پر دورد بھیج

دوسرا درودِ ابراہیمی ہے جس میں ہم محمد و ال محمد پر دورد بھیجتے ہیں جیسا کہ ابراہیمؑ اور ال

ابراہیمؑ پر دورد ہے۔ اگر اہل تشیع اور باقی تمام مسالک کی نمازوں اور مشہور کتابوں کو جمع کیا جائے تو یہی درود عام ہیں اور دونوں درود کی حد تک ٹھیک تو ہیں مگر مکمل نہیں کیونکہ اللہ نے اوپر آیہ مبارکہ میں ہم سے دُرود اور سلام مانگا ہے نہ کہ صرف دُرود۔ دوسری بات اگر آپ آیت پر غور فرمائیں تو آپ دیکھیں گے کہ اللہ خود اور اسکے ملائکہ تو درود بھیج ہی رہے ہیں، اصل میں تو ہم کو کہا جا رہا ہے کہ ہم بھی درود اور سلام بھیجیں اور ہم جو درود پڑھتے ہیں اس میں پھر اللہ سے ہی کہہ رہے ہوتے ہیں اللہ تو ان پر دورد اور سلام بھیج حالانکہ وہ بتا چکا کہ وہ درود بھیجتا ہے اسے ہماری طرف سے ہدایات کی ضرورت نہیں ہے پھر ہماری کتابیں بھری پڑی ہیں جو درود کو عبادت بتلاتی ہیں اور اسکے پڑھنے کے فضائل تو بدرجہ انتہا لکھ دیے گئے ہیں۔ یہ بھی وضاحت فرما دیں کہ اگر درود عبادت ہے تو اللہ کیسے عبادت کرسکتا؟

وہ کھُل کر مسکرائے شاید اتنا کھُل کر مسکراتے ہوئے میں نے انکو پہلی دفعہ دیکھا۔ مسکراہٹ تو ہر وقت ان کے ہونٹوں پر سجی رہتی تھی مگر اس دفعہ ان کے سامنے کے سب دانت بھی نظر آئے، صاف اور موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے۔ پھر وہ بتانا شروع ہوئے۔

''درود تو فارسی زبان کا لفظ ہے اور یہ فارس والوں کی کارستانی ہی تھی جنھوں نے اس ترجمہ میں پہلی دفعہ درود کے لفظ کا اضافہ کیا کیونکہ انکے ہاں یہ لفظ پہلے سے بولا اور پڑھا جاتا تھا۔ فارس کے فلسفے، ساحری، شاعری، ادب اور آتش پرستوں نے قرآن کے مطالب بدلنے میں سب سے بڑا کردار ادا کیا ہے خیر فی الحال تو اس موضوع تک محدود رہتے ہیں تاکہ وقت پر ختم بھی کیا جاسکے۔

جیسا کہ میں اکثر کہتا ہوں اللہ کو کوئی بات گھما پھرا کر کرنے کی نہ تو ضرورت ہے نہ عادت وہ ہمیشہ سیدھی اور کھری بات کہتا ہے کیونکہ نہ تو معاذ اللہ اس کو کسی کا خوف ہو سکتا ہے نہ کوئی جھجھک۔ جس آیت کا تم نے ذکر کیا ہے اسکی عربی اس طرح سے ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً

جس کا عام ترجمہ وہی ہے جو تم نے بتایا ہے عربی اس لئے دہرائی میں نے کہ تم ان الفاظ کو غور سے ذہن نشین کرلو جو اس آیت میں استعمال ہوئے ہیں۔ اب تمھارے ہاں جو کہا جاتا ہے کہ اللہ اور ملائکہ درود بھیجتے ہیں ایمان والو تم بھی درود بھیجا کرو تو عربی زبان میں بھیجنے کے لئے جو لفظ عام استعمال ہوتا ہے وہ ہے 'رسل' آؤ پہلے اسکا استعمال دیکھتے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ

ترجمہ: وہی ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو۔ (الاعراف 57)

یہاں رُسل' کا استعمال کیا گیا ہے جس کا واضح اردو مطلب ہے 'بھیجنا'۔ ایک اور جگہ اللہ فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُبِينٍ

ترجمہ :اور یقینا ہم نے بھیجا موسیٰ کو آیات اور واضح دلیل کے ساتھ۔(ھود 96)

امید ہے بھیجنے کے لئے عربی لفظ 'رسل' کے مادہ کا استعمال سمجھ آ گیا ہوگا۔اب وہ سورۃ احزاب کی آیت میں پڑھتا ہوں تم غور سے سنو کہ کہاں پر 'رسل' کے مادہ سے بنا کوئی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

وہ کچھ دیر میری طرف دیکھتے رہے پھر بولے۔

''یقینا اس میں ' ر س ل ' کے مادہ کا کہیں استعمال نہیں ہے اس لئے بھیجنے کا کوئی تصور ہی پیدا نہیں ہوتا اس آیت سے۔

اگلی بات یہ ہے کہ تمھارے ہاں درود پڑھنے کو بھیجنا سمجھا جاتا ہے۔ پڑھنے کے لئے عربی زبان کا لفظ 'قراء' استعمال ہوتا ہے اب میں صرف ایک ہی آیت سنا کر 'قراء' کا استعمال بتا دیتا ہوں ویسے قرآن میں 'قراء' کا مادہ تقریبا سترہ بار استعمال ہوا ہے مگر میں ایک ہی مشہور آیت سناتا ہوں۔

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ

ترجمہ : پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ (العلق 1)

دو چیزیں واضح ہوگئیں کہ جب اللہ نے بھیجنے کی بات کی ہے تو سیدھی سیدھی بھیجنے کی بات کی ہے اور جب کچھ پڑھنے کو کہنا تھا تو پڑھنے کو ہی کہا ہے کہیں گھما پھرا کر الفاظ کا استعمال نہیں کیا گیا۔ اللہ نے اگر کچھ پڑھوانا یا بھجوانا ہوتا تو واضح طور پر پڑھنے یا بھیجنے کا حکم جاری کرتا مگر اس آیت میں ایسا کچھ نظر نہیں آتا۔ یہاں تک تو یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اس آیت میں کوئی پڑھنے یا بھیجنے والی چیز نہیں ہے۔۔۔

اب دیکھتے ہیں کہ پھر یہ آیت کیا کرنے کو کہہ رہی ہے وہ کون سا کام ہے جو پڑھنا بھی نہیں ہے، بھیجنا بھی نہیں ہے، کوئی پرستش بھی نہیں ہے۔ یہ جو 'صَلُّوْ' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اسکا مادہ (Root Word) ہے 'ص ل وْ' اس کو سمجھنے کے لئے پہلے کچھ اور آیات کا مطالعہ کرتے ہیں تا کہ پورے موضوع کی تفصیل معلوم ہو سکے۔۔۔

قرآن میں اللہ نے اپنا عالمی پیغام سنایا ہے کہ وہ اس دنیا کے لوگوں کے بارے میں کیا چاہتا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

ترجمہ : اللہ ولی ہے ایمان والوں کا وہ ان کو اندھیروں میں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔ (البقرۃ 257)

یہاں سے ہمیں اللہ کا ارادہ سمجھ آجاتا ہے، اصل میں اللہ چاہتا ہے کہ دنیا میں کوئی شخص کسی ظلم کا شکار نہ ہو چاہے وہ اخلاقی طور پر ہو رہا ہو، خاندانی طور پر، سماجی طور پر، معاشی طور پر ریاستی یا عالمی طور پر چونکہ ظلمات جمع کا صیغہ اسلئے ہر طرح کے ظلم کا ذکر اس میں آجاتا ہے ۔ اسی خواہش اور ارادہ کا اظہار اللہ نے بار بار قرآن میں فرمایا ہے ۔سورۃ ابراہیم کا آغاز اللہ نے ایسے ہی ایک بہت اہم پیغام سے کیا ہے۔۔۔

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

ترجمہ : ہم نے آپ پر کتاب اتاری ہے تا کہ اس سے لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر نور کی روشنی میں لاؤ۔(ابراہیم 1)

اب یہاں اللہ نے واضح کیا ہے کہ اللہ کا ارادہ کیسے پورا ہوگا یعنی اللہ کی کتاب کے ذریعے ہی لوگوں کو ظلمات سے روشنیوں کی طرف لایا جاسکتا ہے اور اسی چیز کا حکم اللہ اپنے نبی کو دے رہا۔ اسی کے مخالف طبقہ کی وضاحت بھی اللہ نے قرآن میں فرمادی ہے ہماری آسانی کے لئے۔۔۔

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ

ترجمہ : اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ بہرے اور گونگے ہیں ظلمات کے اندھیروں میں پڑے ہوئے ہیں۔(الانعام 39)

اب تک کی آیات کو ہم جمع کریں تو سمجھ آتی ہے کہ اللہ نے پوری انسانیت کو ظلمات

سے نکال کر روشنیوں میں لانے کا جو ارادہ ظاہر کیا ہے اس کے لئے اپنی کتاب کو ذریعہ بنایا اور انبیاء کو یہی ہدایت کی۔ ظلمات کی تعریف کرتے ہوئے بتایا کہ جو لوگ آیتوں کو نہیں مانتے اور اپنی من مانیاں کرتے ہیں وہی ظلمات میں پڑے ہوئے ہیں۔ اسی طرح اللہ نے سورۃ الحدید میں آواز دی۔۔۔

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

ترجمہ : وہی اللہ ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل کرتا ہے تاکہ تمھیں ظلمات سے نکال کر روشنیوں میں لے آئے۔ (الحدید 9)

بار بار اللہ نے اسی بات کو دلیل بنایا کہ اسکی کتاب اور اسکی آیات لوگوں کو ظلمات سے نکال کر روشنیوں میں لائیں گی۔ اگر ہمیں اللہ کا ارادہ اور اس ارادہ کی تکمیل کا طریقہ سمجھ آ گیا ہے تو اگلی بات بہت آسان ہے جو اُس نے اس طرح بیان فرمائی ہے۔۔۔

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

ترجمہ : وہی اللہ ہے جو 'یصلّی' کرتا ہے تم پر اور ملائکہ بھی تاکہ وہ تمھیں ظلمات سے نکال کر روشنیوں میں لے آئے۔ (الاحزاب 43)

اب اس آیت کے ترجمہ میں، میں نے جان بوجھ کر عربی لفظ یصلی کو یصلی ہی لکھ دیا ہے تاکہ اس کا مطلب واضح ہو سکے۔ کتنی عجیب بات ہے اب اللہ وہی عمل عوام الناس پر

بھی کر رہا ہے جو شروع میں ہم نے صرف نبی کے بارے میں پڑھا۔ یہاں سے ایک اور بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ص ل و کوئی ایسا عمل نہیں جو صرف نبی پر کرنے، بھیجنے یا پڑھنے کے لیے کہا گیا ہو یہ عوام الناس پر ویسا ہی ہے تو یہیں سے اس ظاہری درود کی وہ انفرادیت ختم ہو جاتی ہے جسے صرف نبی کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے۔

غور کرو اوپر کی سب آیات کیا کہہ رہی ہیں۔۔۔

اللہ نے ارادہ فرمایا کہ لوگوں کو ظلمات سے نکال کر روشنیوں میں لے جائے۔
اللہ کی کتاب کے ذریعے لوگوں کو ظلمات سے نکال کر روشنیوں میں لایا جائے۔
اللہ کی آیات کے ذریعے لوگوں کو ظلمات سے نکال کر روشنیوں میں لایا جائے۔
اللہ نے یصلی کیا تا کہ اس سے لوگوں کو ظلمات سے نکال کر روشنیوں میں لایا جائے۔۔۔

یصلی کا مادہ وہی ہے یعنی 'ص ل و' جس کا مطلب ہے پیچھے پیچھے آنا، اتباع و اطاعت، اللہ ہم سے چاہتا ہے ہم اسکی کتاب اور اسکی آیات پر ص ل و (صلو) کریں یعنی ہم کتاب کی اتباع و اطاعت کریں تا کہ وہ ہمیں ظلمات سے نکال کر روشنیوں میں لے جائے۔

صلو باب افعال کا لفظ ہے اور فعل عربی گرامر کی اصطلاح میں بذات خود کرنے کے کام ہوتے ہیں۔ انکو دوسرے افعال کی محتاجی نہیں ہوتی یہی وجہ تھی کہ نہ تو ارسل کہا گیا کہ بھیجنا

ہے اور نہ قراء کہا گیا کہ پڑھنا ہے، یہ صلو بذات خود ایک فعل کی شکل میں لاگو کیا گیا ہے ۔ اسی اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اب اُس آیت کی طرف آتے ہیں جہاں سے ہم نے بات کا آغاز کیا تھا۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً

واضح ہوا کچھ؟ بیٹا یہ عمل کرنے کا حکم تھا، یہ پیچھے پیچھے آنے یا اتباع کرنے کا حکم تھا، یہ قرآن کو اپنی زندگی میں لاگو کرنے کا حکم تھا، یہ نبی کی زندگی پر بھی ایسے ہی لاگو تھا جیسے ہم سب پر لاگو ہے ۔ کسی بھی عمل کو اگر پڑھنے یا بھیجنے تک محدود کر دیا جائے تو اس عمل کی روح اور اسکا مقصد فوت ہو جائے گا۔

سادہ سی مثال ہے تم دنیا کی کسی ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں سب سے زیادہ لوگ قانون کو مانتے ہوں اور اس پر عمل کرتے ہوں ۔ وہاں لوگوں کی زندگیوں میں تم دیکھو گے کہ سکون ہی سکون ہوگا ۔ کوئی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کر سکے گا، کوئی کسی قانون کو نہیں توڑے گا، کوئی کسی کی جائداد پر ناجائز قبضہ نہیں کر پائے گا، ایسی جگہوں پر لوگ بھی پر امن ہوں گے وہ اپنے بچوں کر بازار یا کسی سیر گاہ میں بھیجتے وقت ڈریں گے بھی نہیں الغرض وہ ایک نہایت پر امن ریاست کہلائے گی اور اسکی صرف ایک وجہ ہوگی کہ وہاں کے لوگ قانون پر شوق سے عمل کرتے ہوں گے اور جو نہیں کرتا ہوگا اسے سزا ملتی ہوگی انصاف کے ساتھ ۔ اب ایسی قوم کو کوئی یہ بتا دے کہ قانون صرف پڑھنے کے لئے ہوتا ہے اس پر صبح

شام عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے تو شاید چند فیصد افراد ہی اس بات کو مانیں گے معاشرے کی کثیر جماعت اسے تسلیم نہیں کرے گی اور اگر یہی قانون کو صرف پڑھنے کی حد تک رکھنے والی بات کو صدیوں تک ان کی نسلوں کو بتائی جاتی رہے تو آہستہ آہستہ قانون کی اہمیت اور افادیت ختم ہوتی جائے گی اور اندھیر نگری کا عالم ہو جائے گا۔ چند سو سال بعد پیدا ہونے والے جب اپنے بڑوں کو دیکھیں گے اور معاشرے کو دیکھیں گے اور سیکھیں گے کہ قانون صرف پڑھنے کی چیز ہے عمل سب نے اپنی مرضی سے اپنے مفاد کے مطابق کرنا چاہے جائز ہو یا ناجائز تو وہ اسی تربیت کی پیداوار بن جائیں گے اور ایسے ہی یہ سلسلہ نسل در نسل چلتا رہے گا۔

ایسا ہی کچھ قرآن کیساتھ کیا گیا اسکو پڑھنے کی، یاد کرنے کی اور ثواب کی کتاب بنا کر رکھ دیا گیا اسکے وظیفے بنائے گئے تاکہ لوگ راتوں رات جنت اور دعاؤں کی قبولیت اور چند درود پڑھ کر اسّی سال کے گناہ معاف کرالیا کریں گے۔ کیا اس سے زیادہ ناانصافی ممکن ہے کہ ایک انسان والدین کا تو نافرماں بردار ہو اور کچھ درود اسکے اسی سال کے گناہ معاف کروا دیں گے تو کیا ضرورت پڑی ایسے شخص کو والدین سے معافی مانگنے کی اور ان کا ادب کرنے کی۔ کوئی اپنے بہنوں کا حصہ ہڑپ کر جاتا ہے اور وہ کسی ایک رات میں ہزار سال کی عبادت کر کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کی جنت حاصل کر لے گا۔ وہی جنت جس کو حاصل کرنے کے لئے نبیوں نے اپنا خون پسینہ ایک کر دیا، جس کو پانے کے لئے ان کو سالوں تک بھوک اور جنگ کی اذیتوں سے گذرنا پڑا، وہ جنت جس کے حصول میں ان کی اپنی اولاد ان کی آنکھوں کے سامنے گمراہ بھی ہوئی اور موت کا شکار بھی، ان کی دعا بھی قبول نہ ہوئی کہ انکی اولاد کو ہدایت مل جاتی اور ہم چند درود یا وظائف سے وہی سب کچھ حاصل کر

لیں گے اس سے زیادہ کام چوری کی تربیت ممکن ہی نہیں جتنی ہمارے دشمن ہماری کرنے میں کامیاب ہو گئے اور اب ہم ان سے زیادہ انہی کی باتوں کے پھیلانے، عمل کرنے اور کروانے میں لگ گئے ہیں اور افسوس در افسوس یہ ہے کہ کسی کو یہ خیال تک بھی نہیں آتا کہ وہ غلط بھی ہوسکتا سب اسی میں مگن ہیں جو اللہ فرما رہا کہ ہم اُن کے اعمال ان کی آنکھوں میں مزین کر دیتے ہیں یعنی ان کو چمکتے ہوئے ثواب کے ڈھیر نظر آتے ہیں تا کہ وہ اسی میں لگے رہیں اور بروزِ قیامت خالی ہاتھ پریشان کھڑے ہونگے"۔

انھوں نے سانس لیا تو مجھے یاد آیا کہ میں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ واصف علی واصف نے کہا تھا۔

اسلام کو عمل سے نکال کر علم میں داخل کرنیوالے اسلام کے محسن نہیں۔

آج مجھے اچھی طرح سمجھ آئی تھی یہ بات کہ واقعی ہمیں عمل سے نکال کر صرف پڑھ لینا، بھیج دینا، دہرا دہرا کر پڑھتے رہنا طوطوں کی طرح، صبح وشام کی تسبیحات و وظائف، کچھ خاص راتوں کے وظائف، کچھ خاص دنوں کے اعمال اور پتہ نہیں کیا کیا کچھ۔عجیب بات ہے ڈاکٹر جب نسخہ دیتا ہے تو نہ اسکو پڑھنا ہوتا ہے نہ یاد کرنا نہ چومنا نہ کوئی تعداد نہ وظیفہ، اس دوائی کو خرید کر کھانے سے ہی آرام آنا ہے مگر قرآن کے بارے میں اچانک سے ہماری ساری کامن سینس پتہ نہیں کہاں گھاس چرنے چلی جاتی ہے۔مجھے ایک سوال کا خیال آیا اسی دوران۔

"حضرت پھر یہ جو ہمارے ہاں اب مشہور اور عام ہے کہ جب بھی نبی کا نام آئے تو ان پر صلوٰت وسلام پڑھو، اب اگر یہ نہیں پڑھنا تو کیا پڑھنا ہے جب بھی ایسا ہو؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولے۔

''پہلے تو خود سے غور کرو اگر کسی کو صحیح ترجمہ نہیں بھی مل پا رہا تو اسی عام ترجمے میں سے ہی کہیں ڈھونڈ لیں کہ درود نبی کے نام پر پڑھنا ہوتا یا لکھنا ہوتا، پھر جو یہ لوگ پڑھتے اور لکھتے ہیں ان کا خیال ہے کہ قرآن میں اللہ وہ درود لکھنا بھول گیا ہے؟ معاذ اللہ۔

یا اس نے انسانوں پر چھوڑ دیا کہ جس کا جیسے دل چاہے اپنی مرضی سے درود بنا کر پڑھتا رہے اسی لیے تمھارے ہاں سینکڑوں طرح کے درود میسر ہیں اور انکی شان میں جو کچھ لکھا گیا ہے اتنا تو آج تک میں نے اللہ کی شان میں نہیں سنا۔ یہ سلسلہ ابھی رکا نہیں ہے ہر دور میں درود کی نئی نئی شکلیں بنا کر اسے لکھا جا رہا ہے اور اندھی عقیدت کے ساتھ پڑھا بھی۔ چار دفعہ قرآن میں لفظ 'محمدؐ' آیا مگر اللہ نے کہیں کسی درود کا ذکر نہیں فرمایا، عجیب بات ہے کہ ان چاروں مختلف آیتوں میں صلو کے مادہ سے بنا ہوا ایک لفظ تک نہیں استعمال کیا گیا کہ شاید کہیں ہمیں گمان ہی ہو جاتا کہ ایسا پڑھنا ہے، عجب نہیں کہ وہی اللہ جو اپنے نبی کے ادب کا تعارف کروا رہا، لوگوں کو ان کے سامنے اونچا بولنے تک سے بھی منع کر رہا، لوگوں کو اجازت نہیں دی کہ ان کو گھر سے باہر ایسے بلا لیا جائے جیسے ہم ایک دوسرے کو بلاتے اور وہ رب اپنے نبی کے ادب واحترام کی اتنی اہم چیز جو اسکے نام کے ساتھ منسلک ہونی تھی وہ بتانا بھول گیا؟ معاذ اللہ۔

انھوں نے تین دفعہ معاذ اللہ کہا اور افسوس سے سر ہلاتے ہوئے فرمایا۔

''اب جب بھی نبی کا نام لے کوئی تم نے 'صلو' کرنا ہے ویسا صلو جیسا اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا اور جیسا ہمارے نبی نے کر کے دکھایا، نام آنے پر سوچنا کہ کسی کا دل تو

نہیں دکھایا اگر دکھایا ہے تو معافی مانگ لینا۔

اگلی دفعہ نام آنے پر سوچنا کہ والدین کی کیا خدمت کروں کہ وہ خوش ہو جائیں۔

اگلی دفعہ نام آنے پر دیکھنا کہ تمھاری نظریں نا محرم پر تو نہیں اٹھ رہیں اگر اٹھ رہیں ہوں تو شرم سے جھکا لینا۔

پھر نام سنو اُن کا تو سوچنا کہ کوئی بھوکا یا تنگ حال تو نہیں ہے تمھارے ارد گرد اور ایسے کو تلاش کر کے عزت کے ساتھ اس کی مدد کرنا۔

اس کے بعد نام آئے تو کسی ایسے کو معاف کر دینا جو تمھارے ساتھ زیادتی کر گیا ہو۔

جب کبھی ان کا نام آئے اور تمھیں کوئی ایسا نیک کام یاد نہ آئے تو تم اللہ کا دل سے ہر ہر نعمت پر شکر ادا کرتے جانا، بار بار اسکی نعمتوں کو یاد کرنا اور بس شکر ادا کر دینا۔

ایسا صلو کرو گے تو میرے اللہ نے قرآن میں وعدہ فرمایا ہے کہ وہ تمھیں ظلمات سے نکال کر روشنیوں میں لے جائے گا اور میرا اللہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا"۔

میں صحابی رسول کی کوشش، انکا بات بات پر زور دینا، سمجھانا، بتانا، افسوس کرنا، پریشان ہونا الغرض ان کی یہ سب حالت دیکھ کر مزید پریشان تھا کہ ان کو ابھی بھی ہماری فکر ہے کہ ہم سدھر جائیں، ہمارے اعمال صالح ہو جائیں، ہم غلط چیزوں سے بچ جائیں اور اللہ کی بارگاہ میں سرخرو ہو کر پہنچیں مگر ہمیں اپنی بالکل بھی فکر نہیں ہے کیونکہ ہمارے بڑوں نے ہمیں غور وفکر کے بجائے پڑھنے اور بھیجنے پر لگا دیا اور ہم بھی جانوروں کی طرح قطار بنا کر

آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے چل پڑے۔

کاش ہم مکتبہِ فکر کو چھوڑ کر فکر کے مکتبہ میں شامل ہو جاتے۔

علامہ اقبال کے وہ اشعار یاد آ گئے۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

مفہوم : علماء، مفتی، مجتہد، پیر یا امام وہ سب جن کو حرم کا ٹھیکیدار سمجھا جاتا ہے وہ اپنے اعمال تو بدلتے نہیں البتہ اپنے اعمال کے مطابق قرآن میں ردو بدل کر دیتے ہیں۔

اور اسی میں مزید آگے انھوں نے لکھا تھا۔

اِن غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق!

فرماتے ہیں کہ ان زہنی غلاموں کو لگتا ہے کہ قرآن میں نقص ہے کیونکہ اسکے پڑھنے والا تو غلام ہی نہیں بن سکتا بلکہ وہ تو ان سب کی اندھی تقلید سے آزاد ہو جائے گا اسی لئے ان کو یہ کتاب ناقص لگتی ہے۔

حکمت و دانائی

"حکیم لقمان کے بارے میں مشہور ہے انھیں ایک دفعہ افریقہ میں کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا کیوں کہ یہ وہ دور تھا جب لوگ عام طور سے افریقہ غلام خریدنے جایا کرتے تھے۔ ان کا خریدار ایک مالدار سردار تھا اور اس کو دانا لوگوں کی بہت قدر تھی۔ اس نے لقمان کو ایک دن اے بھیڑ ذبح کرنے کو دی اور کہا کہ ذبح کر کے اس بھیڑ کے جسم کا سب بُرا حصہ مجھے لا کر دکھاؤ۔

حکیم لقمان نے بھیڑ کو ذبح کیا، اس کی زبان اور دل کو نکال کر اپنے سردار کے پاس لے آئے۔

سردار نے دیکھتے ہی مسکراہٹ دی اور کہا کہ مجھے تمھاری ذہانت پر خوشی ہوئی ہے اور حکیم لقمان کو انعام دیا۔

کچھ عرصہ گزرا کہ سردار نے پھر حکیم لقمان کو ایک بھڑ دی اور کہا کہ اس کو ذبح کر کے اس کے جسم کا سب سے کارآمد حصہ میرے پاس لے آؤ۔

حکیم لقمان نے بھیڑ کو ذبح کیا، پھر اس کی زبان اور دل کو نکال کر اپنے سردار کے پاس لے آئے۔

سردار نے دیکھتے ہی پھر مسکراہٹ دی اور کہا کہ مجھے تمھاری ذہانت پر اور زیادہ خوشی ہوئی ہے اور حکیم لقمان کو مزید انعام دیا۔

یہ ماجرہ دیکھ کر سردار کے باقی کارندوں نے عرض کی کہ اے سردار یہ کیسے ممکن ہے بھیڑ کے جسم کا سب سے بُرا حصہ بھی وہی ہو جو اس کا سب سے اچھا حصہ ہے۔

سردار یہ سن کر بولا۔

'اس کی وضاحت بھی لقمان ہی سے پوچھ لیتے ہیں' یہ کہہ کر اس نے حکیم لقمان کی طرف اشارہ کیا۔

حکیم لقمان بولے۔

'یہ زبان ہی ہوتی جو انسان کو ہر جگہ زلیل کراتی اور اس کے دشمن پیدا کرتی، یہی زبان انسان کی اندرونی نفرت کا اظہار کرتی، اسکے بہت سے گناہوں کا باعث ہے جو دوسرے انسانوں کی برائیوں اور دل توڑنے سے پیدا ہوتے ہیں اور یہ زبان تبھی اتنی تلخ ہوتی جب

دل سخت ہو جاتے ہیں، دلوں کی میل زبان کے زریعے اپنا اظہار کرتی ہے اور یوں یہ دونوں حصے مل کر انسان کی ظاہری اور باطنی دونوں شخصیتوں کو نمایاں کرتے ہیں اور یہی دونوں حصے انسان کی آخرت تباہ کر دیتے ہیں۔

یہی زبان علم وحکمت پہنچانے اور محبت پھیلانے کا زریعہ ہے اور یہی دل اگر اللہ کی محبت پر مائل ہو جائے تو اس سے صرف خیر پیدا ہوتی ہے اور ایسا دل اپنی زبان کو دل جوڑنے، لوگوں کے دکھ سمیٹنے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کا وسیلہ بنا دیتا ہے اور اسی میں انسان کی نجات ہے۔'

کچھ عرصہ بعد حکیم لقمان کو کسی اور شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا۔ ان کا نیا سردار ایک تاجر تھا جو اکثر ناقص مال فروخت کر دیا کرتا تھا۔ حکیم لقمان ہر کچھ عرصہ بعد اسے احساس دلانے کی کوشش کرتے مگر وہ آگے سے جواب دیتا۔

'میرا رب بڑا غفور ورحیم ہے، نہایت معاف کرنے والا ہے'.

ایک دفعہ تاجر نے پرندوں کے کھانے والا سامان جو خراب ہو رہا تھا کسی معصوم شخص کو نئے مال کی قیمت پر بیچ دیا۔ حکیم لقمان نے تب تاجر سے کہا کہ یہ ناقص خوراک جب اللہ کی مخلوق کھائے گی تو اللہ ناراض ہوگا۔ تاجر نے پھر وہی جواب دیا:

'میرا رب بڑا غفور ورحیم ہے، وہ جانوروں کو بیمار نہیں ہونے دے گا'۔

پھر ایک فعہ تاجر نے ایک بڑھیا کو ایک ایسا گدھا فروخت کر دیا جو لنگڑا کر چلتا تھا۔ حکیم لقمان نے پھر تاجر سے کہا کہ وہ بڑھیا اگر گر گئی تو اس کی جان جا سکتی ہے ایسے اللہ ناراض ہو جائے گا۔ تاجر نے پھر ویسا ہی جواب دیا۔

'میرا رب بڑا غفور و رحیم ہے، وہ بڑھیا کی جان بچا لے گا'۔

تاجر نے حکیم لقمان کی باتوں سے تنگ آ کر ان کو گندم کے بیج دیے اور کہا کے کہ ان کو زمین میں کاشت کرو، حکیم لقمان نے وہ گندم ایک اور تاجر کو دے کر اس کے بدلے باجرہ لے لیا اور جا کر کھیت میں لگا دیا۔

کچھ عرصہ بعد جب تاجر دیکھنے آیا تو اس نے دیکھا کہ باجرہ کے چھوٹے چھوٹے پودے اگ آئے تھے۔ اس نے حیرانی سے پوچھا کہ میں نے تو تمھیں گندم اگانے کو دی تھی اور تم نے باجرہ کیوں لگا دیا؟

حکیم لقمان نے کہا اگرچہ میں نے باجرہ کے بیج لگائے ہیں مگر میرا رب بڑا غفور و رحیم ہے وہ اس سے گندم اُگا دے گا۔

یہ بات سن کر تاجر کو احساس ہوا کہ وہ کہاں کہاں غلط تھا''۔

یہ کہہ کر انھوں نے کافی کا کپ اٹھایا اور پینے لگ گئے ۔ دوبارہ گفتگو کا آغاز کیا۔

"حکیم لقمان کی جو باتیں عربوں کی زبانوں پر عام ہوتی تھیں وہ مجھے کچھ اس طرح سے یاد ہیں۔

کمینے آدمی سے بچنا جب تم اس کی عزت کرو۔

شریف آدمی سے بچنا جب تمھاری وجہ سے اس کی بے عزتی ہو جائے۔

عقل مند سے بچنا جب تم اس کی مزمت کرو۔

احمق سے بچنا جب تم اس سے مذاق کرو۔

جاہل سے بچنا جب اس کی صحبت اختیار کرنی پڑ جائے۔

گناہ گار سے بچ کے رہنا جب اس سے تمھارا جھگڑا ہو جائے.

اسی طرح حفاظت کے بارے میں ایسے سمجھاتے ہیں۔

جب تم نیکی کرو تو اپنے دل کی حفاظت کرو۔

جب کھانا کھاؤ تو اپنے حلق کی حفاظت کرو۔

جب کسی کے گھر جاؤ تو اپنی آنکھوں کی حفاظت کرو۔

جب کسی محفل میں بیٹھو تو اپنی زبان کی حفاظت کرو۔

اپنے احسان اور لوگوں کے ظلم بھولنے کی عادت ڈالو۔

دنیا کے لئے ایسے کوشش کرو جیسے ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور آخرت کے لئے ایسے زور لگاؤ جیسے کل ہی مر جانا ہے۔

جب معدہ کھانے سے بھر جاتا ہے تو دماغ سو جاتا ہے۔

بے وقوف جن باتوں سے اپنا نقصان کرتا ہے تم ان سے بچ کر رہو، یہی عقل مندی ہے۔

حکیم لقمان نے انسانی جزبات کو بہت خوبصورت فلسفیانہ انداز سے بیان کیا ہے کہا جاتا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے۔

ایک دفعہ میرے پاس عقل آئی تو میں نے اس سے پوچھا۔
تو کہاں رہتی ہے؟.

عقل نے جواب دیا۔
میں انسان کے سر میں رہتی ہوں۔

پھر میرے پاس شرم آئی تو میں نے اس سے پوچھا۔
تو کون ہے اور کہاں رہتی ہے۔

شرم نے جواب دیا۔
میں شرم ہوں اور انسان کی آنکھ میں رہتی ہوں۔

اسی طرح محبت آئی تو میں نے اس سے پوچھا تو کہاں رہتی ہے؟
محبت نے جواب دیا۔

میں انسان کے دل میں رہائش پزیر ہوتی ہوں۔

پھر تقدیر آئی تو میں نے اس سے بھی یہی سوال کیا۔
تقدیر نے جواب دیا۔
میں انسان کے سر میں رہتی ہوں۔

میں نے کہا وہاں تو انسان کی عقل کا نشیمن ہے۔

تقدیر نے جواب دیا۔
جب میں آجاتی ہوں تو عقل کو نکال باہر کرتی ہوں۔

اب ہوس آئی تو اس سے بھی میں وہی سوال کیا۔
ہوس کہنے لگی۔
میں انسان کی آنکھ میں رہتی ہوں۔

میں نے کہا وہاں تو حیا رہتی ہے۔
ہوس کہنے لگی۔
جب میں کسی کی آنکھ میں آجاؤں تو حیا رخصت ہو جاتی ہے۔

سب سے آخر میں لالچ آیا۔

اس سے پوچھا کہ تو کہاں رہتا ہے۔

لالچ نے جواب دیا۔

میں انسان کے دل میں رہتا ہوں۔

میں نے کہا وہاں تو محبت رہتی ہے۔

لالچ نے مسکرا کر جواب دیا۔

جس دل میں لالچ آجائے وہاں محبت دم گھٹنے سے مرجاتی ہے“۔

طوطے

''بیٹا تم سوچو کہ جس طرح بچپن میں تمھارے ہاں قرآن کی عربی پڑھنا سکھا دیا جاتا ہے جس سے قرآن پڑھنا تو آجاتا ہے مگر سمجھنا نہیں، اب جب تک اس بچے نے بڑا ہونا ہے اور یہ سوچنا ہے کہ مجھے تو سمجھ ہی نہیں آرہا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں اس سے پہلے ہی ہم نے اس بچے کے ذہن میں یہ عقیدہ ڈال دینا ہے کہ اسکو پڑھنا ثواب ہے، اسکے حرف حرف کے بدلے میں نیکیاں ملتی ہیں تو اسکا دل مطمئن ہو جاتا کہ سمجھ نہ بھی آئے ثواب تو مل رہا ہے یہیں سے سمجھنے کی اہمیت کم اور پڑھنے کی اہمیت زیادہ ہو جاتی ہے، جس کی بنیادیں ہی غلط رکھی گئی ہوں وہ عمارت کبھی درست ستون نہیں کھڑے کر پاتی۔

اگر تھوڑی دیر کے لئے مان لیا جائے کہ اسکے حرف حرف میں نیکیاں ہیں جو پڑھنے والے کو ملتی ہیں تو اسکا مطلب یہ ہوگا جو شخص خنزیر، کتا، گدھا وغیرہ کے عربی الفاظ یاد کر کے قرآن کی نیت سے پڑھتا رہے تو سارا دن اسکو نیکیاں ملتی رہیں گی اور اسی طرح فرعون، ہامان، قارون، جالوت، سامری وغیرہ جیسے لوگ جنھوں نے انبیاء کو سب سے زیادہ تکالیف پہنچائیں اور انکے پیغامِ توحید میں سب سے بڑی رکاوٹ بنے رہے اُن کا نام لینے سے ثواب کی ٹوکریاں بھرتی رہیں گی، جب یہ عقائد پڑھا دیے جائیں گے تو پھر کیا ضرورت

پڑی ہے لوگوں کو عربی زبان کو سمجھنے میں اور عقل لڑانے میں۔

میں جب اُمت کی طرف دیکھتا ہوں ثواب کی ٹوکریاں بھری ہوئی اور کردار کی ٹوکریاں خالی نظر آتی ہیں۔

کیا وجہ ہے ہر گھر میں قرآن ہے مگر گھر کے کسی فرد کے اندر قرآن نہیں؟

تم تھوڑی دیر کے لئے سوچو کہ ایسا ہی ایک انسان جسکو بچپن میں قرآن پڑھنا سکھا دیا گیا ہو وہ جوان ہو کہ کسی عرب ریاست میں جائے وہاں سفر کے دوران راستہ بھول جاتا ہے آگے ایک تختی پر دائیں اور بائیں جانے والے دونوں راستوں کی اور منزلوں کی نشاندہی لکھی ہوئی ہے اب وہ دائیں مڑے یا بائیں۔ وہ تختی پر لکھی ہوئی عربی پڑھ کر ثواب حاصل کرے گا یا سمجھ کر اپنی منزل پر پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ وہ پہلے ہی راستے بھول چکا ہے اور اب اگر وہ دائیں کے بدلے بائیں مُڑ جاتا ہے تو مزید گمراہ ہو جائے گا اور اپنی منزل تک نہیں پہنچ پائے گا۔ وجہ صرف ایک ہے کہ وہ اس تختی پر لکھی ہوئی عربی کو پڑھ تو پایا مگر سمجھ نہیں پایا۔

قرآن نے زندگی کے ہر ہر موڑ پر بتانا ہے کہ دائیں مڑنا ہے یا بائیں، اب ہمارے ہاتھ میں ہے کہ ہم نے صرف پڑھ کر ثواب حاصل کرنا یا سمجھ کر اپنی منزل تک پہنچنا ہے۔

بیٹا تم نے زندگی میں کتنی کتابیں ایسی ہیں پڑھی ہیں جسکی زبان تمھیں سمجھ نہ آتی ہو، تم اپنا

آپ چھوڑ دو دنیا میں کوئی ایسی کتاب ڈھونڈ لاؤ جس کی زبان کسی کو سمجھ نہ آتی ہو پھر بھی صرف پڑھی جاتی ہو، یہ ظلم صرف ہمارے ساتھ ہی ہوا ہے اور افسوس یہ ہے ہم اس پر سوچنے کے بجائے اور اس کو غلط کہنے کے بجائے اگلی نسل کو بھی یہی غلطیاں منتقل کر کے سکون سے مر جاتے ہیں کہ اگلی نسل قرآن پڑھے گی اور بخشے ہم جائیں گے۔کیا دنیا میں کوئی بھی صاحب عقل انسان ایسی کتاب پڑھے گا جس کے ہزاروں صفحات ہونگے ، اسے لفظ لفظ پڑھنا بھی ہے مگر ایک بھی لفظ سمجھ نہ آرہا ہو یقین کرو کوئی ایک صفحہ بھی نہیں پڑھ پائے گا اور پھینک دے گا مگر یہی سلوک قرآن کے ساتھ سینکڑوں سالوں سے جاری نہایت عقیدت کے ساتھ تمھارے معاشرے میں بھی گھروں میں ملازم رکھے جاتے ہیں سوچو تم اپنے ملازم کو ایک کاغذ پر عربی میں پانچ کام لکھ دو جو اس نے شام تک کرنے ہوں تم گھر سے چلے جاؤ شام کو گھر واپس آؤ، ان میں سے ایک بھی کام نہ کیا گیا ہو جب تم ملازم سے پوچھو تو وہ کہے کہ میں نے اس کاغذ کو بہت سنبھال کر رکھا، زبانی یاد کر لیا جو کچھ لکھا تھا آپنے، چوما بھی ہے اور سینے سے لگا کر رکھا ہے تو کیسا لگے گا؟ کیا یہی سب کچھ قرآن کے ساتھ نہیں ہو رہا؟ اللہ نے ہمیں کرنے کے لئے کچھ کام لکھ کر دیئے تھے مگر ہم ان کو صبح شام پڑھتے ہیں، یاد کرتے ہیں، چومتے ہیں مگر وہ کام نہیں کرتے۔

کتنا بڑا المیہ ہے کہ قرآن تو قوانین کی کتاب ہے جس نے زندگی کے ہر ہر لمحے اور ہر ہر موڑ پر بتانا ہے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا اور ہم اسکو زبانی یاد کرنے کی مشقت اٹھا لیتے ہیں ، غلاف چڑھانے کا بندوبست کر لیتے ہیں ، مُردوں کو پڑھ کے بخش دیتے ہیں، قرآت اور طرزیں لگا لگا کر پڑھنے والوں کو پیسے بھی دیتے ہیں عزت بھی اور تعریف بھی اور اِن میں سے ایک کام بھی قرآن میں نہیں لکھا ہوا، عجیب بات نہیں کہ ہم جو کچھ قرآن

کے ساتھ کرتے ہیں وہ ایک بار بھی اس کتاب میں نہیں لکھا گیا جو مکمل کتاب ہونے کا دعویٰ کر رہی ہے اور سو سے زیادہ بار تدبر، تفکر اور عقل لڑانے کی بات کر رہی مگر ہم ایک بار بھی ایسا نہیں کرتے، کیوں اتنی ضد ہے ہمیں قرآن کے احکامات سے، دنیا میں کونسی قانون کی کتاب ایسی ہے جسکو طرز میں یعنی گا گا کے پڑھا جاتا ہو، ایک ہاتھ کان پر رکھ کر لمبی لمبی طرزوں میں اونچی آواز میں پڑھنا سعادت سمجھا جاتا ہو، دنیا میں کون سی قانون کی کتاب ایسی ہے؟

سوچو ہمیں حکیم لقمان کے نسخوں کی قیمتی کتاب مل جائے جو ایسی زبان میں ہو جسے ہم پڑھ تو سکتے ہوں مگر سمجھ نہ سکتے ہوں، نہ ہم اپنی کسی بیماری کا علاج کر پائیں گے نہ کسی دوسرے کی جان بچا سکیں گے حالانکہ ہمیں یقین ہوگا کہ حکیم لقمان نے اُس میں موت کے علاوہ ہر بیماری کا علاج لکھا ہوا ہے۔ آگے چل کر ہم یہ کریں کہ چلو سمجھنا رہنے دیتے ہیں ہم اسکو یاد کر لیتے ہیں اور اسکو پڑھنے کی بہت سی خوبصورت طرزیں بنا لیتے ہیں اور ان پر واہ واہ بھی کریں گے اور آنسو بھی بہائیں گے مگر کیا اس سے ایک بھی بیماری کا علاج ممکن ہے؟ اس کتاب کے نسخوں میں سے کچھ صبح صبح پڑھے جائے تو فلاں فائدہ ہوگا، کچھ دوپہر کے نسخے ہونگے اور کچھ رات کے، کسی ایک نسخے کو جمعہ کے دن پڑھنا تو کمال ہی ہو جائے گا، کسی نسخے کو گلے میں لٹکا لیا جائے تو فلاں بیماری ٹھیک ہو جائے گی، گلے میں نہیں لٹکانا تو گھر کی دیواروں، دکانوں اور سواریوں پر چسپاں کر دیتے ہیں اس سے بھی وبائیں ختم ہو جائیں گی، کوئی تو خدارا اپنی عقل سے سوچ لے کہ اس سے بڑی جہالت اور کیا ہو سکتی ہے۔ کوئی تو یہ سوچے کہ ایسا کہنے والے اور لکھنے والے اسلام کے حامی نہیں، اصل دشمن ہیں اور ہم دہرے دشمن ہیں کیوں کہ ایک تو ہم ہی اس کتاب کے ٹھیکیدار بنتے ہیں اور ہم ہی

اس کے ساتھ یہ سلوک کرنے والے ہیں۔

میں نے پورے قرآن پر نظر دوڑائی تو مجھے اپنے نبی کی صرف ایک حسرت قرآن میں نظر آئی، کیا وجہ تھی کہ اللہ کو یہ کہنا پڑا۔

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

ترجمہ :اور اس دن رسول کہے گا میری امت نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا''۔

(الفرقان 30)

انھوں نے جب خاموشی اختیار کی تو مجھے غالب مرحوم کا وہ مصرعہ یاد آ گیا۔

' شرم تم کو مگر نہیں آتی '

یقین جانیں مجھے ایسا لگا کہ غالب نے یہ مصرعہ مجھ سے کہا ہو اور میں نے شرم سے سر جھکا لیا۔

صحابی جن

''یار یہ عمرہ کی تفصیلات تو بتاؤ جتنی تمھیں پتہ کہ کب کرے کون کرے اور کون نہ کرے'' اُس نے پوچھا۔

''باقی سارے معاملات کی طرح اس مسئلے پر بھی اماموں نے کھُل کر اختلاف کیا اور پوری کوشش کی ہے کہ ماننے والے کبھی کسی نقطے پر اکٹھے نہ ہوسکیں۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک بلکہ امام مالک کے نزدیک بھی یہ مستحب ہے اُس کے لئے وہ ترمذی کی حدیث کو دلیل بناتے ہیں جس میں لکھا ہوا کہ لازمی نہیں ہے مگر کرلو تو اچھا ہے۔ اسلئے ان اماموں کے ماننے والے تو چپ کر کے وہی کرتے ۔ ویسے بعد میں ابنِ تیمیہ نے بھی اسی خیال کی تصدیق کی کہ عمرہ صرف باعثِ ثواب ہے واجب نہیں ہے۔

پھر کچھ لوگوں نے جیسا کہ امام شافعی ، یوسف ابن عبداللہ اور ابن حجر وغیرہ نے اِس حدیث کو ضعیف قرار دے دیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ یہ قابلِ اعتبار یا قابلِ عمل نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے راوی مُستند نہیں ہیں یعنی کے دوسرے الفاظ میں ابوحنیفہ ، مالک

اور ابنِ تیمیہ کے خیالات اور عقائد ضعیف ہیں اور ان پر عمل کرنیوالوں کے عمل بھی ضعیف ہونگے۔

جبکہ شافعی اور احمد بن حنبل نے عمرہ کو واجب قرار دیا ہے اور تم جانتے ہی ہو کہ واجب اُس عمل کو کہتے ہیں یہ لوگ جس کے نہ کرنے سے مسلمان گناہگار ہو جاتا ہے اس لئے اس کا کرنا ضروری ہے کچھ فرضِ کفایہ کو بھی اس میں شامل رکھتے ہیں۔ ان اماموں نے اپنی دلیل کے لئے کچھ احادیث بھی پیش کی ہیں جس میں مشہور ہے ابنِ ماجہ کی وہ حدیث جس میں جنابِ عائشہؓ نے سوال پوچھا کہ کیا عورتوں کو بھی جہاد میں شریک ہونا چاہیے؟ تو رسول اللہ نے جواب دیا کہ ہاں اُن پر وہ جہاد لازم ہے جس میں جنگ نہ ہو جیسا کہ حج اور عمرہ۔

تو جناب اب حج کے ساتھ عمرہ بھی لازم قرار دے دیا گیا اس لئے اِن اماموں کے ماننے والے آج تک عمرہ کو واجب سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں اور یہ بحث آج تک ایسے ہی جاری ہے جیسے اوپر اماموں نے ایک دوسرے کی روایتوں کے بارے میں لکھی ہے۔ انھوں نے مزید دلائل کا اضافہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ چونکہ حج اور عمرہ کا ذکر ایک ساتھ آیا اور ایک ہی آیت میں آیا ہے قرآن میں تو دونوں لازم ہو گئے ویسے میں حیران ہوں کہ باقی سو جگہ پر جہاں دو چیزوں کا ایک ساتھ ذکر آیا انکو ہم نے کبھی ایک جیسا درجہ نہیں دیا اب ذکوٰۃ اور خیرات کی مثال ہی لے لو۔ پھر یہ بات بھی مزے کی لگتی ہے کہ اگر حج کرنے سے زندگی کے تمام گناہ معاف ہو جاتے تو عمرہ کرنے سے بھی ہو جانے چاہیے کیونکہ دونوں کا ذکر ایک آیت میں آ گیا ہے خیر اس وقت میں صرف یہ واضح کرتا کہ کس کس نے کیسے

لکھا ہے ابھی اپنے خیالات کو روک ہی لوں تو بہتر ہے ورنہ بات لمبی ہو جائے گی۔

اسی طرح اہلِ تشیع کے ہاں بھی عمرہ کی ایسی ہی فضیلتیں ہیں اور روایات بھی۔ عمرہ کو کبھی مستحب کے درجے پر رکھا گیا ہے اور کسی دوسری صورت حال میں واجب۔ ان کے مجتہدین آپس میں کچھ اختلافات کرتے بھی نظر آتے ہیں۔ ان کے ہاں حج کی طرح عمرہ کی ایک قسم بھی واجب کا درجہ رکھتی ہے استطاعت ہو تو۔ ایک روایت کے مطابق تو جس نے حج نہ کیا استطاعت کے باوجود تو وہ یہودی یا نصرانی ہو کر مرا اگرچہ اللہ نے قرآن میں ایسی کوئی سزا نہیں سنائی۔ اسی طرح جو حج نہ کر سکے اسے چاہیے کہ عمرۂ مفردہ کرے اگر استطاعت رکھتا ہو۔ یہ تو موٹی موٹی باتیں ہیں اگر ہم حج کے فرائض، سنت اور مستحبات کی تفصیل میں جائیں تو روایات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔

اتنے اختلافات تو جانی دشمنوں میں نہیں ہوتے جتنے ہمارے تاریخی کتابوں اور اماموں کے بیچ میں ہیں۔

پہلے یہ بتا دوں کہ یہ گفتگو جو میں لکھ رہا یہ آج سے تقریباً سولہ سال قبل میرے اور ایک دوست سکندر کے درمیان ہوئی جس نے ایک رات اچانک دروازہ کھٹکھٹایا میں نے دروازہ کھولا تو میرا دوست ویسا ہی پریشان حال کھڑا تھا جیسا وہ اکثر ہوتا تھا۔ اُس سے زیادہ جذباتی اور حسّاس انسان میں نے ابھی تک اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ وہ اِس بات پر بھی سارا دن پریشان رہ سکتا تھا کہ کسی نے آ کے اس کو سلام نہیں کیا اور بات شروع کر دی یا پھر یہ بات بھی اس کی نیند حرام کر سکتی تھی کسی نے اس کو ملنے آنا ہو اور وہ آدھا گھنٹا

دیر سے آئے۔ اوپر سے ہم دونوں کو ایک ساتھ دین کو سمجھنے کا شوق لگ گیا تھا اور روز روز نئی باتوں کی سمجھ آتی ، پھر ان باتوں پر ہم کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کرتے تو اگلے دن یا اگلی کسی کتاب میں اُس سے اُلٹ باتیں مل جاتیں۔ کئی دفعہ تو ایسا بھی ہوا جب ایک امام کی شرع مکمل پڑھ لی تو پتہ چلا کہ اُس امام کے بارے میں کسی دوسرے امام نے ایک کتاب لکھی اور اُس میں امام کو جھوٹا، دجال، کافر، زندیق اور پتہ نہیں کیا کیا القابات عطا کئے ہیں اور یوں ہم پھر زیرو پر آ کر کھڑے ہو جاتے۔ ہم تو سارے اماموں کو بڑی قدر کی نیت سے دیکھتے کہ سب نے اپنی زندگی میں اپنی عقل کے مطابق جتنی ہو سکتی تھی دین کی خدمت کی مگر پھر حیرت ہوتی کہ یہ لوگ اگر اتنے نیک تھے تو دوسرے کسی انسان کو گالی کیسے نکال سکتے تھے پھر ہم یہ سوچ کر خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ اس طرح کی باتیں اماموں نے نہیں کی کسی نے بعد میں اضافہ کر دیا تو پھر یہ نتیجہ نکل آتا کہ یہ کتابیں قابل اعتبار نہیں۔ اور اگر یہ سب کتابیں قابلِ اعتبار نہیں تو پھر کیسے حقیقت کو پایا جائے۔ کسی ایک مدرسے جاتے تو وہ دوسروں کو غلط اور اپنی سارے رسم و رواج کو صحیح ثابت کر دیتے جب وہاں سے نوٹس لیکر دوسروں کے پاس جاتے وہاں بھی یہی معاملہ ہوتا۔ کسی نے کہہ دیا کسی صوفی کو تلاش کرو سارے مسئلے حل ہو جائیں گے تو کچھ خانقاہوں پر گئے پتہ چلا وہ سب مدرسے والوں کو تو مشکل سے ہی مسلمان مانتے ہیں اور بس وہی مومن ہیں اور جو بیعت نہیں ہوتا اُس کی اللہ کوئی بھی عبادت قبول نہیں کرتا اور اسطرح ہمیں بیعت ہونے کی دعوت دی جاتی اور ہم ایک دفعہ پھر زیرو ہو کر واپس آجاتے۔ بیعت ہونے کے بعد اُس سلسلے کا لباس، رسم و رواج، طور طریقے سب اپنانے پڑیں گے تو حیرت ہوتی کہ ایسا کوئی طریقہ، چلّہ یا مراقبہ یا محافل کی رسمیں نبی ﷺ سے تو ثابت نہیں۔

فائدہ یہ ہوا کہ آغاز سے لیکر بیسویں صدی تک کی جتنی تاریخ، فقہ، اصولِ دین، حدیث، اسماء الرجال، تصوف، ادب اور سوانح کی کتابیں میسر ہو سکتی تھی ہم نے ساری پڑھ ڈالی تھی اور کسی بھی مدرسے یا مولوی کے لئے ہمیں کوئی جھوٹی بات بتانا ممکن نہیں رہا تھا۔ اچھی بات یہ تھی کہ میرا یہ دوست مسلکوں کی قید سے آزاد ہو کر دین کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا اور اسے بھی یقین تھا کہ یہ سب جو کچھ معاشرے میں ہو رہا یا ہمیں صدیوں سے بتایا جا رہا اِس میں بہت ملاوٹ ہے اور اسے حق تک پہنچنے کی لگن تھی۔

جب وہ اندر آ کر بیٹھا تو میں نے پوچھا۔

"لڑ کر آئے ہو گھر والوں سے؟"

معمول کے مطابق وہ اونچی آواز میں بولنا شروع ہوا۔

"نہیں یار روز کا ایک ہی جھگڑا ہے، ہر بات دین کے خلاف کرتے ہیں اور مانتے بھی نہیں، سمجھا سمجھا کر تھک گیا ہوں"۔

مجھے مجبوراً کچھ دیر اس کی ہاں میں ہاں ملانی تھی میں ملاتا رہا اور وہ اپنی بھڑاس نکالتا رہا۔

"صرف اپنے گھر والوں کی بات کیا کرنی، یہاں پورا معاشرہ ہی ایسا ہے اور صرف آج

نہیں، یہ صدیوں سے ایسے ہی ہیں اور نہ انکو کوئی فرق پڑتا ہے کسی چیز سے، ان کے گھر چل رہے ہیں تو ٹھیک ہے حلال و حرام کی خیر ہے توبہ کا راستہ کھلا ہے کبھی کر لیں گے اللہ کو گناہگار لوگ پسند ہیں اور توبہ کا دروازہ کبھی بند نہیں کرتا اور پتہ نہیں کیا کیا فلسفے بنا رکھے ہیں جواز کے طور پر"۔

یہ سب باتیں ہم پہلے بھی بہت دفعہ کر چکے تھے۔اُس نے سانس لیا اور پھر بولا۔

"تمھیں یاد ہے میرے وہ ماموں جن سے میری کچھ دن پہلے بحث ہوئی تھی اور میں نے تم سے بھی پوچھا تھا کہ کیا ہمارے نبی نے کبھی بالوں کو رنگ کروایا یا نہیں اور کیا کبھی وہ اپنی کسی زوجہ کے ساتھ صرف سیر کرنے کہیں گئے یا نہیں"۔

میں نے ہاں میں سر ہلایا تو وہ آگے بولا۔

"اُس بحث کے کچھ عرصہ بعد نانا جی کا انتقال ہو گیا تھا اور اسکے کچھ عرصہ بعد انھوں نے جائنداد کی تقسیم کی بھائیوں کے بیچ اور میری امی کو پوچھا کہ تمھیں تو حصہ نہیں چاہیے کیونکہ ہمارے خاندان میں بیٹیاں حصہ نہیں لیتی تھی۔میری امی نے کہا جب اللہ اور اسکے رسول نے میرا حصہ رکھا ہے تو میں ضرور لوں گی اور اُس کے بعد وہ سب ہڑپ کر گئے اور ایک آنہ بھی نہیں دِیا امی کو۔امی بھی تب سے ناراض ہیں ہم امی کو سمجھاتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں بہت دِیا ہے آپ چھوڑیں پیسوں کی بات کو مگر امی رو پڑتی ہیں کہتی ہیں پیسوں کی بات نہیں مجھے تو یہ دُکھ کھائے جا رہا کہ قیامت کے دن یہ کیسے رسول اللہ کو منہ دکھائے گا اور اللہ

نہ کرے اِس پر عذاب کر دیا جائے تو پھر یہ کیا کرے گا یہ زندگی تو ہم لوگوں نے پہلے ہی ساٹھ سال سے اوپر جی لی ہے پتہ نہیں کب ختم ہو جائے مگر وہ زندگی تو کبھی ختم نہیں ہونی۔ میں خود اپنے ماں باپ کو کیا منہ دکھاؤں گی کہ چھوٹے بھائی کو ایک سچی بات نہیں سمجھا سکی"۔

میں نے جواب دیا۔

"آنٹی بیچاری تو صحیح کہہ رہی مگر یہ ان کو کون سمجھائے اور ہم سے تو عمر میں بہت بڑے ہیں ہماری تو سنیں گے بھی نہیں"۔

وہ پھر غصے سے بولا۔

"یار میں اس لیئے نہیں آیا تمھارے پاس کہ ماموں سے بات کرنی ، وہ ابھی تشریف لائے تھے ہمارے گھر اور آ کے کافی دیر روتے رہے ہم سب بہن بھائی سمجھے کہ ان کو احساس ہو گیا ہے کہ انھوں نے امی کے ساتھ غلط کیا مگر آخر میں وہ بولے کہ رمضان آ رہا اگلے ہفتے سے تو میں ساری فیملی کو لے کر عمرہ کرنے جا رہا ہوں سُنا ہے رمضان کے عمرے کا حج کے برابر ثواب ملتا ہے تو مجھ سے کوئی کمی کوتاہی ہو گئی ہو معاف کر دیں اور وہاں سے کچھ خاص منگوانا ہے تو بتائیں"۔

یہ بات سُن کر تو مجھے بھی جھٹکا لگا اور ایسے ہر موقعے پر میری تو ہنسی نکل جاتی تھی۔ اُسے

میری طرف غصے سے دیکھا اور بولا۔

''ہنس لو بیٹا''۔

میں نے وضاحت کی۔

''تمھاری حالت پر نہیں ہنس رہا مجھے کسی صوفی شاعر کا مصرعہ یاد آ گیا۔

حج وی کیتی جاندے او تہ لہو وی پیتی جاندے او
(یعنی حج بھی کرتے ہو اور لوگوں کا خون بھی پی جاتے ہو)

تو خیال آیا کتنی صحیح باتیں بھی لکھی گئی ہیں جیسے یہ سب حالات پہلے بھی ایسے ہی ہوتے تھے کوئی نئی بات نہیں ہو رہی، آج 2004 میں بھی ایسا ہی ہو رہا ہے جیسے صدیوں پہلے ہوتا تھا''۔

عمرہ کی ساری کہانی سننے کے بعد وہ اب تھوڑا نارمل ہو کر بولا۔

''یار وہ تمھارے ایک جاننے والا شاہ جی تھے ایبٹ آباد کے جنگلوں میں کہیں جن کے پاس جنات بھی ہیں تم نے بتایا تھا، اُن سے ملاقات نہ کرنے چلیں؟''

''ہیں! یہ تم کہہ رہے ہو''

میں نے حیران ہو کہ پوچھا کیونکہ میں نے جب بھی ان کا ذکر کیا تو یہ دوست سب سے زیادہ مخالفت کرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ غیر شرعی طریقہ ہے جنات کو قابو کرنے کا۔ اگر ہمارے نبی نے ایسے کام نہیں کیے تو کسی اور کو کیسے اجازت ہو سکتی وغیرہ وغیرہ۔

''ہاں یار بس دل چاہا تو تم سے کہہ دیا تھوڑا ذہن ہی بٹ جائے گا کیا خیال ہے ملیں چل کر اُن سے؟''

مجھے لگا کہ سکندر کو شاہ جی سے زیادہ گھر سے کچھ دن کے لئے غائب ہونے کی طلب ہو رہی تھی۔

ویسے بھی وہاں جانا آسان نہیں تھا ایبٹ آباد شہر تک تو گاڑی جاتی تھی آگے کسی گاؤں تک گھوڑا استعمال کرنا پڑتا اور اُس سے آگے صرف پیدل اور یہ سب سفر دو دن کا تھا اور بہت مشکل اور تھکاوٹ کے بعد وہاں پہنچتے تھے وہاں نہ موبائل کام کرتا تھا نہ کوئی اور سروس تو گھر والوں سے سب راستہ منقطع ہو جاتا تھا۔ سفر کے شوق نے اور دوست کے آئیڈیا نے مل کر مجھے ایک منٹ میں اندر سے راضی کر لیا۔

''صبح بات کرتا ہوں گھر میں اگر سب ٹھیک رہا تو پرسوں چلتے ہیں''۔

وہ گھر چلا گیا اور دو دن بعد ہم گاڑی میں سوار اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے۔

سفر بہت لمبا تھا کچھ راستہ تو گاڑی پر اور باقی پیدل کا ارادہ تھا۔تقریباً سارا راستہ میں اس کو شاہ جی کے، ان کے آستانے کے اور مریدوں کے حالات سناتا رہا۔ میں اپنی اس تلاش کے دوران بہت عجیب وغریب جگہوں تک بھی گیا اور بڑے حیران کن تجربات سے گذرا جس میں سے ایک یہ شاہ جی بھی تھے۔

شاہ جی کے ہاں شریعت نام کی کوئی چیز نہیں تھی یہ صرف طریقت کو مانتے تھے اور وہ طریقت جو کسی کتاب میں نہیں تھی مگر شاہ جی کو سینہ بہ سینہ ملی تھی۔ان کے مریدوں کا کہنا تھا کہ اُن کے ہاتھ پر ہزاروں جنّوں نے بیعت کی ہوئی ہے انسانوں کی تعداد اِس کے علاوہ ہے۔میرا ایک قریبی دوست بھی اُن کا مرید رہا ہے پھر کچھ عرصے بعد وہ وہاں سے بددل ہو گیا تھا مگر اُس دوران دو تین دفعہ میرا اُن کے پاس چکر لگ چکا تھا۔

شاہ جی دن کو گیارہ بجے کے بعد ہی سو کر اُٹھتے لنگر کا انتظام مریدوں کی زمہ داری تھی امیر اور غریب سب مل کر اپنی حیثیت کے مطابق حصہ ڈالتے تھے اور یوں آستانے کا نظام چل رہا تھا۔شاہ صاحب جب ایک خاص قسم کا اشارہ کرتے اپنی انگلی سے کسی ایک مرید کی طرف تو مرید کی آنکھیں پوری سفید سی ہو جاتی اور اس کی آواز بھی تھوڑی سے بدل جاتی اور ہم سب کو بتایا جاتا کہ اُس میں اب ایک جن آ گیا ہے۔وہ جِن تھوڑی دیر بھی رہ سکتا تھا اور کبھی ساری رات بھی مگر جب وہ نکلتا تو مرید کی حالت نڈھال ہو چکی ہوتی تھی زیادہ تر اُس بیچارے کو اٹھا کر ہی کسی آرام دہ جگہ لِٹا دیا جاتا تھا۔کئی دفعہ تو کئی کئی جن ایک دفعہ میں

آجاتے تھے مختلف مریدوں کے اندر، ایسے میں شاہ جی ان سب جنوں کو عبادت پر لگا دیتے تھے جو سر گھما گھما کر اللہ کا وِرد کیا کرتے تھے اور ساتھ میں باقی حاضرین کو بھی کرنا پڑتا تھا یوں یہ آواز اُس وادی کے اندر گونجنا شروع ہو جاتی تھی۔ یہ واحد عبادت تھی جو وہاں کی جاتی تھی باقی سارا دن کھانا پینا، مریدوں کا آنا جانا اور شاہ صاحب ان کے مسئلے سن کر حل بتاتے جاتے تھے۔ مجھے نہیں پتہ کہ کسی کا مسئلہ حل ہوتا تھا یا نہیں مگر لوگوں کا آنا جانا مسلسل تھا اور نظرانے بھی۔ جب کبھی عورتیں ملنے آتی تو مردوں کو چند قدم پیچھے ہٹنے کو کہا جاتا اور کبھی کسی نے کوئی خاص ذاتی مسئلہ بیان کرنا ہوتا تو شاہ جی سب کو کہتے کہ اپنے کان میں زور سے انگلیاں ڈال لیں تا کہ کسی کو آواز نہ آئے۔ میں نے اپنے محدود سے تجربے میں وہاں کبھی کوئی علمی گفتگو ہوتی نہیں دیکھی تھی کسی بھی موضع پر اور میرے زہن کے کسی پوشیدہ حصے میں شاید یہی وہ وجہ تھی جو مجھے وہاں سے مرعوب ہونے پر روک لیتی تھی۔

صاف بتاؤں تو جب انسانوں کے اندر آئے ہوئے جِن عبادت یعنی بلند آواز میں سر گھما گھما کر ذکر کر رہے ہوتے تو میرے اندر یقین ایک پینڈولم کی طرح دائیں بائیں ڈولتا رہتا تھا۔ کبھی مجھے لگتا کہ یہ واقعی کوئی پہنچی ہوئی ہستی ہیں اور یہ جو کچھ ہو رہا سب کچھ اصل ہے اور ٹھیک ہے کیونکہ آنکھیں یہی سب دیکھ رہی ہوتی تھیں پھر اگلے ہی لمحے میرا مطالعہ مجھے مجبور کرتا کہ رسول اللہ اور اُن سے منسلک لوگوں میں سے کسی نے اس طرح کی حرکتیں نہیں کی تو جو اُن کے خلاف کام کر رہا وہ اللہ کا ولی کیسے ہو سکتا۔ بحر حال ان دنوں جب تک میں وہاں جاتا رہا میں کسی ایک طرف جھکنے میں ناکام رہا بالکل جیسے غالب نے کہا تھا۔

ایماں مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے

راستے میں ایک جگہ ایبٹ آباد کے بعد گاڑی سکندر چلا رہا تھا اور میں ساتھ بیٹھا تھا تو اسنے کہا کہ میں نے ایک آرٹیکل لکھ کر بھیجا تھا بہت سے اخباروں اور مذہبی رسالوں کو مگر سب نے پرنٹ کرنے سے انکار کر دیا ہے پھر میں نے سب مدرسوں کو ارسال کیا اور ان سے کہا کہ جواب تحریر کر دیں مگر کوئی جواب نہیں آیا۔ اخباروں والے کہتے ہیں اس میں بڑے بڑے لوگوں پر الزام لگایا جا رہا ہے حالانکہ میں نے وضاحت کی ہے کہ اگر الزام غلط ہے تو میری اصلاح کر دیں اور اگر ٹھیک ہے تو سب اپنی اپنی اصلاح کر لیں مگر کون سنتا ہے، اس نے بتایا کے پچھلی سیٹ پر بیگ کی جیب میں کاغذ موجود ہے پڑھ کر بتاؤ، میں نے کاغذ نکالا اور پڑھنا شروع کر دیا اور اسی دوست کی اجازت سے اسکے آرٹیکل کو اس کتاب میں شامل کیا ہے۔

"میرا پیارا کلمہ طیبہ

مجھے جب صحیح طرح بولنا بھی نہیں آتا تب سے کلمہ طیبہ پڑھنا سکھایا گیا اور دل میں یہ یقین بڑے ہونے کے ساتھ ساتھ پختہ ہو گیا کہ اسی سے انسان مسلمان ہوتا، اسی سے ناپاک چیزیں پاک کی جا سکتی اور جن بھوت کو بھی بھگایا جا سکتا ہے۔ کتنی دفعہ مجھے بچپن میں ڈر لگتا تھا اور میں کلمہ طیبہ پڑھ کر سکون محسوس کرتا تھا۔ میں تھوڑا بڑا ہوا تو میری زمہ داری تھی اپنے سب چھوٹے بہن بھائیوں کو کلمہ طیبہ سکھانا اور روزانہ صبح اور رات کو سوتے وقت پڑھانا۔ تھوڑا بڑا ہوا تو پتہ چلا کہ ایک نہیں چھ کلمے ہیں اور ان سب کو یاد کرنا ضروری ہے اور انکی بہت فضیلتیں اور برکتیں ہیں جن کو میں یاد کرنے کے بعد سارا دن فضل و برکت

سے مزین رہتا تھا۔ مزاح ہی سہی مگر یہ بھی پتہ چلا کہ نکاح کے وقت مولوی صاحب چھ کلمے سنتے ہیں تو اگر نہ آتے ہوں تو نکاح نہیں ہو پاتا اور محفل میں بے عزتی بھی ہوتی ہے اسلئے بھی منہ زبانی یاد ہوتے تھے ہر وقت۔

اسلامیات میں ایم۔ اے کرنے بعد ناچیز کو تاریخ میں بھی لگاؤ تھا تو لگے ہاتھ دوسرا ایم۔ اے بھی کر لیا مگر کلمہ طیبہ سے لگاؤ برقرار رہا۔ اس طرح ڈبل ایم شدہ اِس مسلمان کو بہت سی حقیقتوں کی آگاہی حاصل ہوئی جس پر میں علماء کی رائے چاہتا ہوں تا کہ اس میں اگر کسی طرح کی غلطی پائی جاتی ہے تو میری اصلاح کر دی جائے اور اگر جو میں تحقیق کر پایا ہوں وہ صحیح ہے تو لوگوں تک پہنچائی جائے تا کہ لوگ بھی اپنی اصلاح کر سکیں۔

تحقیق کے دوران اِس ناچیز کو کلمہ طیبہ ڈھونڈنے کا شوق ہوا تو پورا قرآن چھان مارا مگر یہ کلمہ طیبہ کسی ایک آیت میں دستیاب نہیں ہوسکا۔ پتہ چلا کہ پہلا حصہ 'لا الہٰ الا اللہ' سورۃ الصافات کی آیت نمبر 35 میں لکھا ہوا ہے مگر اس آیت میں کلمے کا اگلا حصہ موجود نہیں بلکہ اس سے اگلی پچھلی کسی بھی آیت اور سورت میں بھی نہیں ہے کلمہ طیبہ کا دوسرا حصہ 'محمد الرسول اللہ' سورۃ الفتح کی آیت نمبر 29 میں درج ہے مگر وہاں پہلا حصہ کہیں بھی آگے موجود نہیں ہے۔

ہوا یہ کہ میں رمضان کی طاق راتوں میں سے کسی ایک رات میں پہلی صف میں جب تراویح کے دوران کھڑا قرآن سن رہا تھا کہ میرے آگے جو قاری تھا وہ میرا ہی ایک دوست ہے اسنے کافی دفعہ یہ پڑھا 'لا الہٰ الا' مگر آگے اللہ کا لفظ نہیں آتا تھا اور چونکہ مجھے کلمہ طیبہ

سے لگاؤ تھا اس لئے اتنا سنتے ہی میری توجہ قرات کی طرف بڑھ جاتی مگر آگے کوئی اور لفظ آجاتا۔ پھر آخر کار سورۃ الصافات کی تلاوت میں جیسے ہی پورا 'لا الہٰ الا اللہ' پڑھا تو مجھے پتہ چلا کہ آگے دوسرا حصہ اس آیت میں نہیں ہے۔

نماز کے بعد میں نے اپنے قاری دوست سے پوچھا تو اس نے وہ تفصیل بتائی جو اوپر لکھی ہے کہ پہلا حصہ قرآن میں کہیں اور ہے دوسرا حصہ کسی اور جگہ یعنی اللہ نے ایسا کوئی کلمہ نہیں لکھا۔ یہ بات مجھے عجیب لگی کہ ہمارے دین کی اصل بنیاد، جہاں سے اسلام کا آغاز ہوتا ہے کیسے ممکن ہے اللہ نے وہ کلمہ ہی کہیں نہ لکھا ہو۔ اس تجسس میں مزید تلاش کی طرف چل پڑا اور تحقیق کر کے پتہ چلا کہ یہ کلمہ کہیں بھی اس ترتیب کے ساتھ قرآن میں شامل نہیں ہے، صرف کچھ حدیثوں سے اگر الفاظ کو تھوڑا بدل کر پڑھا جائے تو یہ کلمہ بنتا ہے وہاں بھی کسی ایک جگہ بالکل یہ الفاظ اس ترتیب سے نہیں لکھے گئے۔ کچھ کتابوں نے لکھا کہ کلمے کا پہلا حصہ اور دوسرا حصہ اگرچہ الگ الگ سورتوں میں آیا ہے مگر یہ دونوں جملے ہم وزن لگے تو علماء نے انکو اکٹھا لکھنا شروع کر دیا اور ایسے یہ ایک ذکر کی شکل اختیار کر گیا۔ کچھ محدثین نے صحیح مسلم کتاب سے رسول اللہ کی گفتگو سے ایسے ہی اسکو اخذ کیا ہے مگر کہیں رسول اللہ نے یہ کلمہ بالکل اس طرح سے کسی کو نہ پڑھایا نہ سکھایا کہ کوئی ایسے ہی پڑھا کرے۔ یہ بات مزید توجہ طلب ہوگئی اور میری تحقیق آگے بڑھتی گئی۔

ایک مسلم تاریخی طبقہ یہ کہتا ہے کہ کلمہ طیبہ تو صرف ذکر کی صورت میں تھا اصل میں جب بھی کوئی مسلمان ہوتا تھا تو اسکو دوسرا کلمہ یعنی کہ کلمۂ شہادت پڑھایا جاتا تھا اب جب کلمۂ شہادت کو قرآن میں ڈھونڈا تو وہ بھی نہ ملا۔ اس ساری تحقیق کے دوران کلمہ کے متعلق

بہت سی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھے کچھ بہت حیرت انگیز اور شرمناک باتیں پتہ چلی ہیں وہ بھی آپ کی توجہ میں لانا چاہتا ہوں تاکہ میری اصلاح ہو سکے۔

ہماری تاریخ میں ایک مشہور کتاب ہے خاص کر کے تصوف سے لگاؤ رکھنے والوں کے لئے جسکا نام ہے ہشت بہشت ۔ اس کتاب میں خواجہ بختیار کاکی کے ملفوظات کے موضوع کے دوران ایک واقعہ تحریر کیا گیا ہے جس میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص بختیار کاکی کے، پاس آتا ہے اور بیعت ہونے کا ارادہ ظاہر کرتا ہے۔خواجہ صاحب اسکو پوچھتے ہیں تم کلمہ کیسے پڑھتے ہو؟

اسنے جواب دیا 'لا الہٰ الا اللہ محمد الرسول اللہ' توخواجہ صاحب نے فرمایا یوں کہو'لا الہٰ الا اللہ چشتی رسول اللہ'

تو اس شخص نے ایسے ہی پڑھا اور خواجہ صاحب نے اسے بیعت کر لیا اور ساتھ کہا کہ کلمہ تمھارا ٹھیک ہے میں صرف امتحان لے رہا تھا۔ پہلی عجیب بات تو یہ ہے کہ کیا مسلمانوں کی اتنی بڑی ہستیاں لوگوں سے ایسے شرکیہ جملوں سے امتحان لیتی تھی؟ اور اسکی اجازت کہاں لکھی ہوئی ہے ؟ کیا اللہ نے ایسا کہا یا رسول اللہ نے کبھی ایسا کیا ؟ (معاذ اللہ) اور دوسری عجیب بات اس موضوع کا عنوان کتاب میں 'حسن عقیدۃ' رکھا گیا ہے یعنی مرید ہونے والے شخص کے اس عقیدہ کو اچھا عقیدہ کہا گیا ہے کہ وہ اپنے شیخ کے کہنے پر شرک بھی کر ڈالے تو کوئی بات نہیں۔ یہ کتاب سینکڑوں سالوں سے پرنٹ ہوتی آرہی ہے مگر اس واقعہ کو نہ نکالا جاتا ہے نہ اسکی مذمت کی جاتی ہے۔

ابھی اس کتاب کے جھٹکے کے اثرات ختم نہیں ہوئے تھے کہ ایک اور کتاب جو رسالہِ امداد کے نام سے شائع ہوئی اس میں اشرف تھانوی صاحب کے متعلق ایک عجیب وغریب واقعہ تحریر کیا ہے، واقعہ لمبا ہے میں اختصار کے ساتھ بیان کرتا ہوں کہ ایک شاگرد نے اپنے استاد سے یعنی اشرف تھانوی سے پوچھا کہ میں خواب میں کلمہ پڑھتا ہوں تو 'لاالہٰ الا اللہ اشرف تھانوی رسول اللہ' پڑھتا ہوں اور اسی طرح درود میں بھی آپ کا ہی نام لیتا ہوں اور جاگنے پر بھی زبان سے آپکا ہی نام نکل رہا ہے کلمہ و درود میں، شاگرد مطمئن نہیں ہے اپنی اس حالت سے اس لئے اشرف تھانوی سے پوچھ رہا ہے اور وہ اپنے شاگرد کو توبہ، استغفار یا شرمندگی کے بجائے سراح رہے ہیں۔ میں حیران ہو گیا کہ کیسے کوئی مسلمان ایسے کر سکتا ہے۔ صرف اتنا نہیں میں نے تھانوی صاحب کے کچھ ماننے والوں سے بات کی تو انھوں نے مجھے بیسیوں جواب سنا دیے مگر یہ نہیں مانا کہ تھانوی صاحب نے غلطی کی ہے اپنے نام کا کلمہ یا درود پڑھوا کر۔

اگر یہ کتابیں جھوٹی ہیں تو خدا کے لئے ان کو آگ لگا دیں اور اگر ان کتابوں کو آپ سچا ثابت کرنے پر تلے رہیں گے تو وہ ہستیاں جھوٹی ثابت ہو جائیں گی جن کے متعلق یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ میرا پیارا کلمہ طیبہ میرے پیار کا منتظر ہے کیونکہ ایک تو وہ مجھے قرآن میں ملا نہیں اور دوسرا جو ہماری اوپر بیان کی گئی کتابوں میں سکھار کھا تھا وہاں یہ کلمہ (بات) تو ہے مگر طیبہ (پاک) نہیں ہے۔ بحیثیت ایک عام مسلمان، متلاشی اور کلمہ طیبہ کے عاشق کو کلمہ طیبہ کی تلاش ہے۔ میری رہنمائی فرمائی جائے۔

سکندر کے قلم سے۔۔۔

میں نے اس کا آرٹیکل پڑھنے کے بعد کوئی بات نہیں کی، نہ چہرے سے کوئی تاثر ظاہر ہونے دیا بس واپس اسکے بیگ کی جیب میں رکھ دیا۔

ہمیں چلتے ہوئے بلکہ پہاڑوں پر چڑھتے ہوئے تین گھنٹے ہو گئے تھے اور اب کچھ ہی دیر میں منزل آنے والی تھی۔ ٹانگیں شل ہونے کے قریب ہی تھیں حالانکہ تب جوان تھے مگر ہم شہری لوگوں کو بالکل بھی تجربہ نہیں ہوتا ایسی جگہوں پر چلتے ہوئے اپنی طاقت کے صحیح استعمال کا۔ پچھلے تجربوں سے جو سیکھا تھا وہی کام آرہا تھا کہ جب بھی یہاں آنا ہو دوپہر سے پہلے آخری گاؤں سے نکل پڑنا چاہیے تاکہ اندھیرا ہونے سے پہلے یہاں پہنچا جا سکے۔ رات کے متعلق یہاں عجیب وغریب باتیں مشہور تھیں جن پر نہ تو یقین کرنے کو دل مانتا تھا اور نہ ہی تجربہ کرنے پر اور اُس گاؤں کے بعد سے ہی اب تک کوئی موبائل سگنل نہیں تھا سو اگر آپ کسی مصیبت میں پھنس گئے تو کسی کو کچھ پتہ نہیں چلے گا کہ آپ کے ساتھ کیا بنی۔

آستانے پر پہنچ کر سب سے پہلا کام شاہ جی کے پاس حاضری تھی جس میں دست بوسی پہلا جز ہوتا تھا۔ شاہ جی ہمیشہ کسی اونچی جگہ تشریف رکھتے اور سب مرید نیچے بیٹھا کرتے چاہے وہ عمر میں شاہ جی سے چھوٹے ہوں یا بڑے۔ چھوٹے بڑے ہونے سے ایک بات یاد آ گئی کسی سیرت کی کتاب میں پڑھا تھا کہ ایک ہمارے نبی کے چچا عباس سے کسی نے پوچھا کہ آپ بڑے ہیں یا محمد؟ بڑے تو وہی تھے کیونکہ وہ نبی کے چچا تھے مگر ان کا جواب بہت خوبصورت تھا۔

ہمارے نبی کے چچا حضرت عباس نے کہا تھا بڑے تو محمد ہی ہیں بس پیدا میں پہلے ہو گیا تھا۔

کچھ دیر باتوں کے بعد رات کے لنگر کا انتظام شروع ہو گیا اور کھانے کے بعد سب مرید چار چار پانچ پانچ کی الگ الگ ٹولیوں میں بکھر گئے ہم دونوں چونکہ کسی کو جانتے نہیں تھے تو ہم دونوں الگ ہی بیٹھے گھنٹوں باتیں کرتے رہے۔ کچھ مریدوں کو بھی شاہ جی نے سِکھا رہا تھا کہ جن کو حاضر کیسے کرنا تو کسی کسی ٹولی میں کسی ایک مرید پر جن حاضر ہوتا تھا اور لوگ اُس سے اپنی پسند کی باتیں پوچھنے میں مصروف رہتے۔

''بھائی میں تم سے ملنے اتنی دور نہیں آیا مجھے کسی جن سے بات کرنی ہے کرواؤ نا ذرا'' سکندر بولا۔

میں اُٹھ کر گیا ایک جگہ جہاں کچھ لوگ بیٹھے تھے اور پندرہ سولہ سالہ جوان جسکی حالت سے مجھے اندازہ ہو گیا کے اس کے اندر اِس وقت جن حاضر ہے میں بھی ان میں جا کر بیٹھ گیا اور جو بات ہو رہی تھی وہی سننے لگا۔ کسی کے ذاتی جھگڑے کا کوئی مسئلہ چل رہا تھا اور جن اُسکو یہ بتا رہا تھا کہ فلاں نے تمھارے لئے یہ پلان بنایا ہوا ہے اُس سے بچ کے رہنا۔ جب وہ گفتگو ختم ہوئی تو میں نے موقع جان کر عرض کی۔

''بھائیو میرا ایک دوست پہلی دفعہ آیا ہے یہاں، اسکے گھر کے کچھ مسائل ہیں اگر آپ لوگوں کو برا نہ لگے ہمیں علیحدگی میں دو چار منٹ مل جائیں گے انّ کے ساتھ'' میں نے اس

نوجوان کی طرف اشارہ کر کے کہا جس کی ساری آنکھیں سفید تھیں اس وقت۔

وہ فوراً اُٹھ گئے اور کہا کہ جناب ضرور ملاقات کریں ہمارا کام ہو گیا ہے۔ میں نے جلدی سے سکندر کو اشارہ کیا وہ کریٹ میں سے ایک کولڈ ڈرنک کی بوتل اٹھا کر لے آیا کیونکہ میں نے اسے بتا رکھا تھا ہماری چیزوں میں سے جنوں کو سب سے زیادہ کولڈ ڈرنک پسند آئی ہیں اس نے آ کر پیش کی اُس نوجوان کو۔

نوجوان نے ایک نظر اُٹھا کر اُسکی طرف دیکھا، مسکرایا اور ہاتھ کے اشارے سے اُس کو بٹھا لیا۔ میں جانا تو نہیں چاہ رہا تھا مگر مروّت کے طور پر پوچھا کہ اگر کوئی سیکرٹ بات ہے تو میں تھوڑا پیچھے چلا جاتا ہوں مگر سکندر نے کہا نہیں تم ادھر ہی بیٹھو۔

''بُرا نہ منائیے گا مگر مجھے یقین نہیں آ رہا کہ میں کسی جن سے بات کر رہا ہوں اس لئے پوچھ رہا ہوں آپ کا نام کیا ہے؟''

اس نوجوان نے اسٹرا منہ سے نکالا کیونکہ وہ آدھی بوتل ختم کر چکا تھا اور بھاری آواز میں بولا۔

''ریاست علی''

سکندر بولا

''آپ کے ہاں بھی ایسے ہی نام ہوتے ہیں جیسے ہمارے ہوتے یا مختلف ہوتے''۔

وہ بولا۔

''ہاں مسلمان جنوں کے نام ایسے ہی ہوتے، پہلے ہم کافر تھے تو کچھ اور نام تھے''۔

سکندر حیران ہو کہ بولا۔

''آپ نے اسلام کب قبول کیا؟''

''میں نے نہیں کِیا میں تو الحمدُ للہ مسلمان ہی پیدا ہوا ہمارے والد نے اسلام قبول کیا تھا''اُس نے واضح کیا۔

سکندر فوراً بولا جیسے وہ سوال سوچ کر آیا ہوا ہو۔

''آپ کے والد کی عمر کتنی ہے، میں نے کہیں پڑھا ہے کہ جنّات کی عمریں کئی ہزار سال بھی ہوتی ہیں''۔

وہ نوجوان بولا''سب کی نہیں ہوتی مگر میرے والد کی عمر تین سو سال سے زیادہ ہے وہ شاہ

جہاں کے دور میں پیدا ہوئے تھے“۔

یہ سب گفتگو پنجابی زبان میں تھی کیونکہ وہاں آستانے پر پنجابی زبان ہی بولی اور پسند کی جاتی تھی۔

سکندر نے مجھ سے انگریزی میں کہا۔

I am going to check him first if he is true Jin or not?

you just keep quiet

(میں اس کا امتحان لینے لگا کہ یہ واقعی جن ہے کہ نہیں، تم ذرا خاموش رہنا)

میں یہ سن کر ڈر سا گیا کہ پتہ نہیں اب یہ کیا پوچھے گا اور اِس بات کا کیا ممکنہ ردِعمل ہو جانا۔

سکندر نے سوال کیا۔

”برا نہ منائیں تو یہ بتا سکتے ہیں آج سے دو دن پہلے ہم دونوں کی آپس میں کیا بات ہوئی تھی؟“

عام طور جس پر بھی جن حاضر ہوتا تھا وہ سر جھکا کر بیٹھا رہتا تھا۔اس نوجوان نے اپنی

سفید آنکھوں سے سکندر کے ماتھے کی طرف دیکھا کچھ دیر غور کرنے کے بعد بولا۔

''تمھارے ماموں کے متعلق باتیں ہوئیں تھیں'' اور اس نے سر پھر نیچے کرلیا۔

جن کا یہ کہنا تھا کہ میرے تو سارے جسم کے جیسے بال کھڑے ہو گئے اور سردی سے جیسے جھرجھری آتی اُس نے پورے جسم کو جھٹکا دیا۔ میں اس کیفیت کو شاید بیان بھی نہ کر سکوں مگر اِتنے میں سکندر نے اگلا سوال کر دیا۔

''مجھے آپ سے ایک بہت ضروری کام ہے آپ مجھے کسی ایسے جن سے ملوا سکتے ہیں جس کی عمر پندرہ سو سال یا اُس سے زیادہ ہو اور اُس نے خود رسول اللہ کو بھی دیکھا ہو۔ میں اور واضح کر دوں کہ میں دین کے بارے میں پڑھ پڑھ کر تھکتا جا رہا ہوں مگر اتنے عجیب اور اُلٹ عقائد ہیں کہ انسان کی سوچ کی بس ہو جاتی مگر اختلافات اور کُفر کے فتوے ختم نہیں ہوتے اور یہ آج سے نہیں ہیں یہ تب سے چلے آرہے ہیں جب سے ہماری کتابیں لکھی گئی ہزار سال سے بھی پہلے۔ میں اس لئے کسی ایسے جن سے ملنا چاہتا جو خود رسول اللہ سے ملے ہوں کیونکہ وہ تو آنکھوں دیکھا حال بتا سکتے ہوں گے باقی تو کتابیں انسان کو پاگل کر چھوڑتی ہیں''۔

میں نے تھوڑی دیر کے لئے سوچا کہ ایسا خیال تو کبھی میرے ذہن میں بھی نہیں آیا حالانکہ میں وہاں کئی دفعہ جا چکا تھا۔ ساتھ ہی مجھے سکندر کی حالت پر ترس بھی آیا کہ ہم نے دین کو اتنا مشکل بنا دیا ہے کسی انسان کے لئے اس میں ایسی ہدایت تلاش کرنا تقریباً

ناممکن ہو گیا ہے جسکو اُمّتِ مسلمہ کے باقی افراد بھی ہدایت کہیں۔ سب کی اپنی اپنی ہدایت اور اپنی ذاتی صراطِ مستقیم ہے اور باقی سب گمراہ۔ وہ سورۃ الروم کی مشہور آیت یاد آ گئی۔

ترجمہ　: اُن لوگوں میں سے نہ ہو جانا جنھوں نے اپنے دین میں فرقے بنا لئے اور ہر فرقہ اسی میں مگن ہے جو صرف اسکے پاس ہے۔

اب وہ نوجوان جسکا جن اپنا نام ریاست علی بتا رہا تھا وہ بولا۔

''قاسم نام ہے وہ اکثر آتا ہے شاید اندر حجرے میں ابھی بھی آیا ہوا ہے وہ دو ہزار سال سے بھی زیادہ عمر کا ہے اور سب سے پہلا مسلمان تھا ہمارے قبیلہ میں سے جاؤ اس سے مل لو''

یہ کہتے ہی وہ نوجوان کانپنے لگ گیا جیسا ہمیں بتایا گیا تھا کہ جب بھی جِن نکلتا ہے تو ایسی حالت ہو جاتی ہے تقریباً آدھا منٹ اسی حالت کے بعد وہ ایک طرف کو ڈھلک گیا میں نے جلدی سے ایک لڑکے کو اشارہ کیا کہ وہ آ کے سنبھال لے۔ وہ آہستہ سے اُسکو ہلاتے ہوئے کہہ رہا تھا عبداللہ اٹھ جاؤ پانی پی لو تب مجھے پتہ چلا کہ نوجوان کا اصل نام عبداللہ تھا اور اُس میں جو جن آیا ہوا تھا اسکا نام ریاست تھا۔ یا تو سب کچھ حقیقت تھا یا سب کچھ ایک طے شدہ ڈرامہ، ہر بات پر ایک جیسا یقین اور شک ہوتا تھا یہاں۔

ہم تو جیسے بچوں کی طرح بھاگتے ہوئے حجروں کی طرف بھاگے وہاں لگ بھگ آٹھ دس کمرے تھے جس میں اکثر آنے والے مہمان رات ٹھہرا کرتے تھے۔ پہلا ہی کمرہ لوگوں

سے بھرا ہوا تھا تقریباً بیس افراد ایک شخص کی طرف منہ کیے بیٹھے تھے ہم نے آخر میں بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھا کہ کس کی حاضری ہوئی ہے، اشارہ اس شخص کی طرف تھا جو سب کے سامنے بیٹھا گفتگو میں مصروف تھا باقی سب لوگ خاموشی سے اسکی باتیں سننے میں مگن تھے، آخر میں بیٹھے ہوئے اس شخص نے ہمیں آہستہ سے بتایا کہ یہ قاسم دادا ہیں، سب سے پرانا جن۔

ہم فوراً وہیں بیٹھ گئے جہاں سب کے جوتے پڑے ہوئے تھے کیونکہ اُس سے آگے جگہ ہی نہیں تھی۔ اُس کا نام قاسم تھا اور سب کو اُس کو قاسم دادا کہہ کر بلاتے تھے کیونکہ وہ عمر میں بہت بڑا تھا اُس کے بارے میں عجیب وغریب باتیں مشہور تھیں مگر سب لوگوں کی پھیلائی ہوئی تھی کیونکہ میں تو اس کو پہلی دفعہ سُن رہا تھا کوئی گفتگو جو پہلے سے چل رہی تھی اسی کو سننے لگ گئے، وہ پنجابی میں بات کر رہے تھے۔۔۔

''پہلے تو سب یہ سمجھ لو کہ معجزہ ہوتا کیا ہے۔ یہ عربی کے لفظ عجز سے نکلا ہے جس کا مطلب ہوتا ہے کسی کو بے بس کر دینا، چاہے عقلی طور پر یا طبیعاتی طور پر، قرآن میں یہ لفظ معجزہ اسی طرح سے کہیں استعمال نہیں ہوا اگر عجز کے مادہ سے بنے ہوئے اور لفظ استعمال ہوتے رہے ہیں جیسا کہ بمعجزین، یعجزون، معجزی یا اعجزتُ وغیرہ''۔

اتنا کہہ کر قاسم دادا نے سانس لی اور کولڈ ڈرنک کے سپ لینے شروع کر دے اور مجھ پر حیرت کا سکتہ طاری تھا۔ مجھے یہاں آتے تین سال ہو چکے تھے مگر میں نہ کبھی یہاں شاہ جی سمیت کسی کو بھی قرآن یا عربی زبان، تاریخ یا فقہ، دوسرے الفاظ میں معذرت چاہتے

ہوئے یہ کہوں گا کہ کبھی کوئی پڑھی لکھی بات نہیں سُنی تھی۔ یہاں صرف طریقت کی باتیں ہوتی، رشتوں کے اور کاروباروں کے معاملات جیتنے کے طریقے بتائے جاتے، بھوت اور سائے کے مریضوں کو لایا جاتا، یہ پہلا موقع تھا کہ یہاں ایسی گفتگو سننے کو مل رہی تھی اور بولنے والے کا انداز نہایت حاکمانہ تھا، اس میں وزن تھا جیسے اسکو اپنی جان سے زیادہ یقین ہو اپنے الفاظ پر، جیسے عدالت کے جج فیصلہ سنایا کرتے ہیں اور میں اتنی توجہ سے سن رہا تھا جیسے قیدی اپنی آزادی کا پروانہ سنتے ہیں۔ وہ دوبارہ بولے۔

"عجیب بات یہ ہے کہ قرآن میں یہ لفظ صرف کافروں، منافقوں یا فاسقوں کے لئے یا اُن کی طرف سے استعمال ہوا ہے، قرآن میں کہیں بھی یہ لفظ کسی نبی کے ساتھ منسلک نہیں کیا گیا نہ ہی کسی ایسے واقعے کے بیان کے وقت لکھا گیا ہے جن کو ہمارے ہاں عام طور پر معجزہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ ایسی ہی باتیں تم لوگوں جنّوں کے بارے میں سوچتے رہتے ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اللہ نے معجزے دکھانے کی مکمل طاقت و قدرت رکھتے ہوئے بھی معجزے کو کبھی پسند نہیں کیا اور نہ اسے معجزانہ انداز پسند ہے، وہ کسی بھی کام کو کرنے یا کروانے کے لئے عقلی راستہ استعمال کرتا ہے، عقل اور معجزہ دونوں اُلٹ ہیں عقل راستہ خود بنانے کی اور سمجھنے کی قائل ہوتی ہے معجزہ عقل کو بے بس کر دیتا ہے اس لئے یہ دونوں ایک ساتھ نہیں چل سکتے اور نہ ہی اللہ چلانا چاہتا ہے دیکھو اللہ نے کیا فرمایا ہے قرآن پاک میں۔

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ

ترجمہ: اے نبی اگر آپ کو مشکل لگتی ہے انکی بے رخی اور آپ یہ طاقت رکھتے ہیں کہ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی ڈھونڈ لیں تا کہ کوئی معجزہ لے آؤ اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو سب کو راہِ راست پر لے آتا پس آپ نادانوں میں سے نہ ہو جائیے۔

(الانعام 35)

خدا کے بندو اتنا تو دیکھو کہ اللہ نے قرآن میں معجزہ دکھانے کی خواہش پر ہی نبی سے کہہ دیا کہ یہ نادانگی ہے اور جس انداز سے بات کی گئی ہے اس سے کتنا واضح ہو رہا ہے کہ اللہ ہرگز نہیں چاہتا کہ نبی کوئی معجزہ دکھائیں لوگوں تا کہ یہ لوگ یقین کریں۔ پھر تم لوگ ہو کہ صرف ایسی باتوں پر لوگوں کے پیچھے چل پڑتے ہو جو شعبدہ بازی دکھاتے ہیں یا کوئی ایسی بات کر کے دکھا دیں جسکو تمھاری عقل نہ مان رہی ہو خدا کا خوف کیا کرو کچھ تو۔ اور سنو اللہ نے کیا فرمایا اسی بارے میں۔

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِنْ رَبِّي هَٰذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

ترجمہ: اور جب آپ انکے سامنے کوئی معجزہ ظاہر نہیں کرتے تو لوگ کہتے ہیں آپ معجزہ کیوں نہیں لائے؟ آپ کہہ دیجیے کہ میں تو بس اسی کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کیا گیا ہے میرے رب کی طرف سے، یہ وحی آنکھیں کھولنے والی ہے تمھارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ماننے والوں کے لئے۔ (الاعراف 203)

کیا سمجھ آئی؟ کہ جب لوگ نبی سے معجزہ مانگ رہے تو اللہ کہہ رہا کہ آپ ان کو جواب

دیں کہ میں تو صرف وحی کی پیروی کرنے والا ہوں یعنی معجزے دکھانے والا نہیں ہوں۔ کیونکہ وحی اللہ کے احکامات ہوتے ہیں جن کو عقل سنتی اور سمجھ کر ان پر عمل کرتی ہے مگر معجزہ توعقل کو ماؤف کرتا ہے اسی لئے ان دونوں باتوں کو مخالف کر کے اللہ نے پیش کیا ہے"

یہ کہہ کر وہ کولڈ ڈرنک پینے لگ گئے تو محفل میں خاموشی چھا گئی۔ شاید میری غلط فہمی ہو مگر میں نے دیکھا کہ محفل میں زیادہ تر لوگ اُکتاہٹ کا شکار تھے انھیں اس موضوع میں کوئی خاص توجہ محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ ہمارے ہاں ویسے بھی لوگوں کو قرآن کے علاوہ ہر چیز میں انٹرسٹ ہے جیسے ہی قرآن کی بات شروع کی جائے لوگ بوریت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک المیہ ہے مگر حقیقت بھی کیونکہ ایسا میں اپنی آنکھوں سے سینکڑوں بار دیکھ چکا تھا۔ میں نے اسی بھائی سے جو ہم سے آگے بیٹھا تھا، سرگوشی کر کے پوچھا۔

"آپ پہلے بھی آتے رہتے ہیں یا پہلی دفعہ آئے ہیں"۔

اس نے نظر کی عینک اتاری اور ویسے ہی سرگوشی کے انداز سے کہا۔

"پہلی دفعہ آیا ہوں شاہ جی نے اندر بھیجا کہ جاؤ قاسم دادا کو مل لو وہ آج آخری دفعہ آئے ہیں اس لئے اندر آ کے بیٹھ گیا میں ایک کتاب لکھ رہا ہوں جنّات پر اس لئے یہاں آیا اور آپ؟"

مجھے خوشی بھی ہوئی اور حیرت بھی کہ ایسی دور دراز اور خفیہ جگہ پر ایک ادبی انسان سے ملاقات ہوئی میں نے کہا۔

''میں ایک دو دفعہ آچکا ہوں پہلے بھی، یہ دوست پہلی دفعہ آیا ہے''۔

اُس بھائی نے جیب سے اپنا وزٹنگ کارڈ نکالا اور مجھے دیا کہ بعد میں بھی رابطہ رکھیں گے۔ اتنے میں قاسم دادا نے پھر گفتگو شروع کی۔

''نبی کا ایک کتنا غلط معجزہ مشہور کر دیا گیا ہے کہ نبی کا سایہ نہیں تھا''۔

ان کا یہ جُملہ بجلی کے جھٹکے کی طرح لگا مجھے کیونکہ میں کچھ کتابوں میں یہ والا معجزہ پڑھ رکھا تھا اور اسکی بہت شان بیان کی جاتی تھی مگر یہ جن صاحب کہہ رہے تھے معجزہ ہی درست نہیں اور سایہ نہ ہونے والا معجزہ بھی غلط ہے۔

''تم لوگ تھوڑی دیر کے لئے سوچو کہ جس انسان کا سایہ نہیں ہوگا اس کا سایہ تو پھر ساری زندگی نہیں ہوگا بچپن سے وفات تک، وہ جب بھی روشنی میں جائے گا سب کو پتہ چلے گا کہ اُسکا سایہ نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہوا کہ یہ وہ معجزہ ہوگا جو ساری زندگی روزانہ دیکھا جا سکتا ہے۔ جیسے چاند کو دو ٹکڑے کرنے والا معجزہ مشہور کیا گیا لیکن وہ تو زندگی میں ایک بار ہوا اگر کسی نے اُس وقت نہیں دیکھا تو وہ معجزہ بس ایک ہی رات میں ایک ہی خاص وقت میں تھا کسی کو بعد میں یقین دلانا مشکل ہے کیونکہ اسنے اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہوگا وہ منظر لیکن سایہ کا معجزہ ایسا نہیں ہوگا۔ پورے عرب کو ایک ہی ماہ میں پتہ چل گیا ہوگا کہ نبی کا سایہ نہیں ہے وہ جب بازار سے گزرتے ہونگے سب لوگ دیکھ سکتے ہوں گے بلکہ اصحاب تو اپنے اپنے قبائل کے لوگوں کو بُلا بُلا کر دکھاتے ہونگے کہ آؤ میں تمھیں ایک نبی دکھاتا ہوں جس کا سایہ ہی نہیں ہے اور لوگوں کے لئے کتنا آسان ہوتا دوسرے لوگوں کو یقین دلانا اپنے نبی

کے نبی ہونے کا مگر یہاں تو معاملہ الٹ نظر آتا ہے میرے نبی کو تو پہلی مخالفت اپنے ہی قبیلہ اور خاندان سے ملنا شروع ہوگئی، ان کو تو پاگل کہا گیا کبھی مجنوں، کبھی پتھر مارے گئے زخمی کیا گیا کبھی کوڑا پھینکا گیا، شعب ابی طالب میں سالوں جڑی بوٹیاں کھانی پڑی، کبھی انکے ساتھیوں پر اتنے ظلم کیے گئے کہ آخر کار ان کو اپنا آبائی شہر ہی چھوڑنا پڑ گیا، جنگیں لڑنی پڑیں، فاقے کرنے پڑے مگر کسی معجزے کو پیش نہیں کیا گیا، معجزہ ہی پیش کرنا تھا تو اپنے ساتھیوں کی لاشیں نہ دیکھنی پڑتی، سید الشہداء جنابِ حمزہ کو بچا لیا جاتا جن کے غم میں میرے نبی ساری زندگی آنسو بہاتے اور غمگین ہوتے رہے، جنگ سے پہلے ہی کسی کافر کو بُلا کر دکھایا جاتا کہ دیکھو تم کس سے لڑ رہے ہو اسکے نبی ہونے کی کتنی بڑی دلیل ہے کہ اس سایہ ہی نہیں ہے پھر یا تو کوئی متاثر ہو کہ اسلام قبول کر لیتا یا ڈر کے بھاگ جاتا مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا اور میرے نبی کو ان ساری مشکلات میں سے گزرنا ہی پڑا اب غور سے سنتے جاؤ اور یاد رکھتے جاؤ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے پہلے تو اللہ قرآن میں کہتا ہے۔

لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ

ترجمہ: اللہ کی بات کبھی نہیں بدلا کرتی۔ (یونس 64)

دوسری جگہ کہتا ہے۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ

ترجمہ: اللہ کے نزدیک بدترین جانور یہ گونگے بہرے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ (الانفال 22)

اللہ اپنی بات کبھی نہیں بدلتا اور اللہ ہی مذمت کر رہا ہے ان لوگوں کی جو عقل سے کام نہیں لیتے اور انکو گونگا بہرہ کہہ رہا ہے اور پھر معاذ اللہ وہ خود ہی معجزے دکھا کر عقلوں کو بے بس کر دے کتنی عجیب تہمت ہے جو اللہ پر اور انبیاء پر لگائی جاتی ہے۔ قرآن سے ہٹ کر بھی سوچو کہ تم کسی بندے کو اپنے موقف پر قائل کرنا چاہ رہے ہو مگر وہ نہیں مان رہا اب تمھارے پاس جادو ہو اور تم اس کی عقل کو ماؤف کر دو اور پھر وہ فوراً تمھاری وہی بات مان جائے جو وہ پہلے نہیں مان رہا تھا تو یہ کہاں کا انصاف ہے، یہ کونسا عدل ہے یا جائز طریقہ ہے کسی سے اپنا موقف منوانے کا اس کو تو کوئی عام انسان بھی اپنے لئے جائز نہیں قرار دے سکتا کیونکہ یہ دھوکہ ہے اسطرح کسی کو اپنی بات منوانا پھر خود سوچو ہم کس طرح اللہ اور انبیاء پر طرح طرح کی تہمتیں لگا رہے ہوتے۔ ایک اور آیت سنا دیتا ہوں لکھ لو کہیں بعد میں بھول نہ جانا۔

وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ

ترجمہ : اور اللہ حق کو اپنے کلمات یعنی باتوں سے ثابت کرتا ہے چاہے مجرموں کو کتنا ہی ناگوار گزرے۔ (یونس 82)

کیسے ممکن ہے کہ اللہ ایک طرف کہے کو وہ اپنے حق کو باتوں سے منواتا ہے پھر کہے کہ اسکی بات کبھی نہیں بدلتی اور پھر جب لوگ نہ مانیں تو باتیں بس کر دے اور معجزے دکھانا شروع کر دے معاذ اللہ۔ اب میری باتیں سن کر مجھ پر بھی کفر کا فتویٰ نہ لگا دینا کہ قاسم کافر ہو گیا ہے اللہ کو نہیں مان رہا، میں اللہ کو اس کی پوری لامحدود طاقتوں کے ساتھ تسلیم کرتا ہوں اور میرا اپنے نبی کی نبوت پر مکمل ایمان ہے۔ میرے نبی صرف سچ بتاتے اور سچ پر عمل کرتے، سچ کے لئے قربانیاں دیں مگر اللہ اپنی ان طاقتوں کو یعنی معجزوں کو ہتھیار بنا کر

استعمال نہیں کرتا نہ کرنے دیتا، اس نے قرآن میں اپنا اصول کھول کر بیان کر دیا ہے کہ وہ باتوں سے بات منواتا ہے اور یہی اس کے نبی بھی کرتے آئے ہیں۔

بس میرے جانے کا وقت ہو گیا آخر میں تم سب کو بتاتا ہوں وہ واقعہ جب میں نے اپنی زندگی میں آخری دفعہ اپنے نبی کا دیدار کیا تھا تب میرے نبی فرما رہے تھے۔

'ہر نبی کو ضرور عطا کیا گیا ہے اور لوگ اُن پر ایمان لاتے رہے اور جو مجھے عطا کیا گیا وہ وحی ہے یعنی قرآن جو مجھ پر نازل ہوا'۔

یہ وہ آخری جملہ تھا جو میں نے نبی کے اپنے مبارک منہ سے سُنا۔ یہ کہتے ہی قاسم دادا بھی کانپنے لگ گئے اور کچھ دیر بعد وہ شخص ایک طرف ڈھلک کے گر گیا۔

کسی نے پنجابی میں آواز دی۔۔۔"اوئے قیوم واسطے پانی لے کے آؤ"

جہاد و فساد

انھوں نے کافی کا کپ میز پر رکھا اور آسمان کی طرف دیکھتے رہے۔ رات تھی سردی تھی اور ہلکی ہلکی دھند۔ میں نے سوال پوچھا۔

"حضرت آپ کی قرآن کے متعلق سب باتیں درست ہیں اور میں تو دل سے مانتا بھی ہوں مگر ہمارے دور میں کچھ مسائل ایسے آتے ہیں جہاں لوگ مخمصے کا شکار ہو جاتے اور سمجھ نہیں پا رہے ہوتے کہ کب کیا کرنا اور کیا نہیں۔ جیسے پچھلی ایک دہائی میں جگہ جگہ مسلمانوں کو مارا گیا اور ان کو بدنام بھی کیا گیا کہ پوری دنیا میں فشار پھیلانے والے مسلمان ہی ہیں اور کچھ مسلمان گروہ جہاد کے نام پر ایسا کر بھی رہے ہیں تو ایسے میں عوام کیا کرے؟ ان کے ساتھ مل کر جہاد کرے یا گھر بیٹھے، ہمارے دور میں تو یہی نہیں سمجھ آرہا کہ کب جہاد کرنا ہے اور کب نہیں، کچھ لوگوں کے نزدیک جہاد حکومت کرے گی انفرادی طور پر نہیں ہونا چاہیے، کچھ لوگوں کہتے ہیں کہ جب حکومت کچھ نہیں کر رہی تو ہم ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر تو نہیں بیٹھ سکتے اس لئے وہ اپنے اپنے گروہ بنا کر جہاد کر رہے ہیں، ایسے میں عام لوگ کیا کریں اور سچی بات ہے یہ مسئلہ تو زیادہ تر لوگ علماً سے پوچھتے بھی نہیں کیونکہ انھیں لگتا کہ اگر ہاں میں جواب آیا تو انکو یا انکی اولاد کو اپنی جان مشکل میں ڈالنی پڑنی اس لئے جہاد والا معاملہ تو

شدید مخمصے کا شکار ہے، آپ اصلاح فرما دیں"۔

انھوں نے کافی کا کپ اُٹھایا اور فرمایا۔

"بیٹا جہاد کا لفظ 'جہد' کے مادہ سے بنا ہے جسکا مطلب صرف کوشش کرنا ہے، اِس کا ہرگز مطلب لڑائی کرنا، مرنا مارنا یا جنگ کرنا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے کوشش کرنے کو کہا ایسے ہی ہمارے نبی سے بھی کوشش کرنے کو کہا جسکو عربی میں جہاد کہا جاتا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو زندگی کا کوئی بھی معاملہ بگڑ رہا ہو کبھی بھی اُس کا آغاز لڑائی سے نہیں ہوتا۔ معاملہ چاہے ذاتی ہو، معاشرتی یا ریاستی، پہلے کوئی نہ کوئی اختلاف ہوتا ہے جسے حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے دونوں اطراف سے ہم خیال لوگوں کو ملا کر مسئلے کو ختم کرنے کوشش ہوتی ہے۔ اگر نہ حل ہو رہا ہو کسی ثالث کو شامل کیا جاتا جو دونوں اطراف کے لئے غیر جانبدار ہوتا ہے تا کہ دونوں اطراف اُسکی بات کو سُنیں، تھوڑا جھک جانے سے، مصلحت سے اور معاملہ فہمی کی کوشش کے ذریعے بڑے سے بڑے فساد کو روکا جا سکتا ہے۔ انہیں ساری کوششوں کو جہاد کہا جاتا ہے اور اس میں کہیں دور تک بھی لڑائی کا ذکر نہیں ملتا۔

اسلام اور ایمان جو قرآن میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والے افعال میں سے ہیں دونوں اپنے معانی میں امن اور سلامتی کو شامل رکھتے ہیں۔ اوّل تو اللہ کی ذات لڑائی وفساد کو

پسند نہیں کرتی اسی کا اظہار قرآن میں بار بار کیا گیا ہے دوم رسول اللہ کی ہستی اتنی شفیق اور مہربان کہ اُن سے لڑائی کے رجحان کی توقع ہی رکھنا عجیب بات ہے ، انہی دونوں باتوں کے ہوتے ہوئے یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمارا دین خود سے لڑائی کی طرف راغب کرے۔ تمھاری زبان اردو میں جو لفظ جدو جہد ہے یہ اسی عربی لفظ جہد سے نکلا ہے اور تم لوگ کبھی بھی جدو جہد کا مطلب لڑائی یا جنگ نہیں لیتے ۔ مجھے افسوس ہے کہ قرآن کی آیات میں جہاں اللہ کے پیغام اور نظام کو پھیلانے کی کوشش یعنی جہاد کا ذکر آیا تمھارے ہاں اسے لڑائی یا جنگ سے منصوب کر کے نہ صرف اسکا مقصد فوت کر دیا گیا بلکہ لوگوں کو سلامتی اور امن جیسے محبت بھرے جذبوں سے نکال کر لڑائی اور جنگ جیسے فسادوں کی طرف اُبھار دیا گیا ہے ۔ایک آیت ہی اس سارے موضوع کو واضح کرنے کے لئے کافی جہاں اللہ نے سب سے بڑے جہاد کو ایسے واضح فرمایا:

فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا

ترجمہ : کبھی کافروں کی بات نہ مانو اور اُن سے جہاد کرو اِس (قرآن) کے ذریعے، سب سے بڑا جہاد۔(الفرقان 52)

یہ وہ عام ترجمہ ہے جو تمھارے ہاں ملتا ہے یہاں سب سے بڑی ناانصافی یہ ہے کہ جہاد کا اردو میں مطلب بھی جہاد لکھ دیا گیا جبکہ اصلاً ایسے لکھنا زیادہ بہتر اور آسان ہوتا پڑھنے والوں کے لئے:

ترجمہ : کبھی انکار کرنیوالوں کی بات نہ مانو اور کوشش کرو ان کے ساتھ قرآن کے

ذریعے،سب سے بڑی کوشش یہی ہے۔

دیکھو اللہ نے قرآن کے ذریعے جہاد کو سب سے بڑا جہاد یعنی عظیم ترین کوشش قرار دِیا ہے۔اب قرآن کے ذریعے جنگ یا لڑائی نہیں کی جاسکتی ہے بس اللہ کے نازل کردہ احکامات کو نہایت مناسب انداز میں انکار کرنیوالوں کو سمجھانے کی کوشش کی جاسکتی ہے اور اِسی کا نام جہاد ہے۔

جہد تو جہد، عربی میں تو قتل کا لفظ بھی صرف جان لینے کے لئے نہیں استعمال کیا جاتا۔ قتل کا لفظی مطلب بھی کسی چیز کے اثر ورسوخ کو کم کرنا ہے۔ پرانے عرب جب شراب میں پانی ڈال کے پیتے تھے تو اِس عمل کو قتل کہتے تھے یعنی شراب کے اثر کو پانی سے کم کر دینا۔ قتل کا ایک آخری درجہ کسی کو جان سے مارنا بھی ہے کیونکہ ایسے بھی دشمن کو بے اثر کیا جاتا ہے۔اسی مفہوم کو ذہن میں رکھ کر غور کرو اللہ فرما رہا ہے:

يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ

ترجمہ :انبیاء کو قتل کرتے حالانکہ وہ سچائی پر نہ ہوتے۔ (البقرہ 61)

اب قتل کا مطلب قتل ہی لکھ دینا اور لوگوں کو بتا دینا کہ اِسکا ایک معنی ہوسکتا کہ جان سے مار دینا تو لوگ سمجھیں گے انبیاء کو جان سے مار دِیا جاتا تھا۔قرآن میں کسی نبی کی شہادت کا ذکر نہیں ملتا جو عیسیٰ کے متعلق آیات ہیں وہ بھی بتا رہی کہ اُن کو شُبہ ہوا کہ انھوں نے کس کو مارا ہے اور اگر بفرضِ محال مان بھی لیا جائے ایک نبی کا قتل ہوا تو پھر بھی اللہ جمع

کا صیغہ استعمال کر کے انبیاء کے قتل کی بات کر رہا ہے اور قرآن میں بار بار انبیاء کے قتل کی بات کی جا رہی جیسے بہت سے نبیوں کا قتل ہوتا رہا ہے جبکہ ایسا نہیں نظر آتا۔۔۔

اسلئے قتل کا معنی زیادہ تر 'کم اثر' یا بے اثر کرنے کے معنوں میں ہی آئے گا اب اسی آیت کے ترجمہ پر غور کرو:

ترجمہ : انبیاء کے اثر کو کم کرنے کی کوشش کرتے حالانکہ وہ سچائی پر نہ ہوتے۔

اور ایسا اسی لئے کیا جاتا تھا کہ ہر نبی جب اللہ کا پیغام لاتا تھا تو جو بھی لوگ اپنی اجارہ داری قائم کر چکے ہوتے تھے، چاہے حکومت ہو، کاروبار یا مذہبی طور پر اپنے قابو میں کرنا، ان سب کو فکر لگ جاتی کہ اس بندے کی تعلیمات سے تو اُن کے اختیارات کم یا ختم ہو جائیں گے جسکی وجہ سے ہر طرح کی دشمنی پر اتر آتے، انبیاء کا مذاق اڑایا گیا، انھیں دیوانہ اور شاعر کہا گیا تاکہ لوگ ان کی باتوں کو نہ سنیں، انبیاء اور انکے ساتھیوں کی تحقیر کی جاتی رہی اور ان سے مالی طور پر قطع تعلق کر کے ان کو کمزور کیا گیا تاکہ اُن کا پیغام نہ پھیل سکے یہ سب کوششیں انبیاء کے اثر کو کم کرنے یا ختم کرنے کے لئے ہوتی تھیں اسی کو قتل الانبیاء کہا گیا ہے قرآن میں بار بار۔

پھر سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 30 میں دیکھو جہاں اللہ نے ' قَٰتَلَهُمُ ٱللَّهُ ' کے الفاظ استعمال کیے اور سب ترجمہ کرنے والوں کو مجبوراً یہاں صحیح مطلب لکھنا پڑا۔ یہاں سب نے کبھی غارت کرنا، ذلیل وخوار کرنا یا حقیر کرنا لکھا ہے کیونکہ یہاں ان کو یہ لکھنا بہت عجیب

لگ رہا تھا کہ اللہ نے قتل کیا"۔

"حضرت ہمارے لوگ تو کسی بھی امام، مفتی، مجتہد یا پیر صاحب کے پیچھے چلتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں ہم تو وہی کرتے ہیں جو ہم سے کہا جاتا ہے اگر یہ غلط ہوا تو انہی کو پوچھا جائے گا، ہمارا تو کوئی قصور نہ ہوا، جہاد کرنے والے مطمئن ہیں کہ کسی مفتی نے فتویٰ دے دیا ہے جہاد کا اور اسی طرح نہ کرنے والوں کے پاس بھی اپنا فتویٰ اور مفتی موجود ہوتے ہیں"۔

انھوں نے کافی کا کپ میز پر رکھا اور مسکراتے ہوئے۔

"تمھارے ہاں جتنے بھی سوال ہیں وہ سب لوگوں کے قرآن سے دوری کی وجہ سے ہیں۔ اگر یہ لوگ خود سے قرآن پڑھنا اور سمجھنا شروع کر دیں تو ان کو، میری، کسی امام، مفتی یا پیر کی ضرورت نہیں رہے گی۔ قرآن کی کتنی واضح آیت ہے ہدایت اور گمراہی کی بارے میں"۔

انھوں نے سورۃ الزمر کی آیت نمبر 41 پڑھی۔

إِنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ

ترجمہ : ہم نے انسانوں کے لئے آپ پر سچائی کے ساتھ کتاب اتاری ہے، پس جو ہدایت پائے گا وہ اسکے اپنے لئے ہے اور جو گمراہ ہوگا اسکی گمراہی اسی پر ہے اور آپ ان پر

ذمہ دار نہیں ہیں۔

''اس سے زیادہ وضاحت کیسے کی جائے کہ گمراہی کا تعلق انسان کی اپنی سوچ کے ساتھ ہے۔جس واحد لڑائی کی اجازت دی گئی ہے قرآن میں وہ صرف اپنے دفاع کے لئے ہے جب دشمن تم پر حملہ آور ہو جائے اور کسی صورت صلح کے لئے تیار نہ ہو۔کوئی بھی ریاست اپنے دفاع کے لئے ہمہ وقت سرگرم رہے یہ زمہ داری ریاست کی ہے کہ وہ اپنی عوام کی حفاظت کا بندوبست کرے مگر یہ سب تیاری دوسری ریاستوں کا امن تباہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ اپنی ریاست کے دفاع کے لئے ہونی چاہیے۔اگر ہم قسم کھالیں کہ ہم نے قرآن پر عمل ہی نہیں کرنا تو پھر ہر طرح کے لوگ ہم پر اپنا اپنا علم مسلط کریں گے اور یہی ہوتا رہا ہے۔بحرحال جہاد کے غلط تصور کے بارے میں ایک ہی جملہ کہہ کر بات کو ختم کروں گا۔

اللہ اور اُسکا قرآن کتنا امن پسند ہیں ، اِس بات کا اندازہ یہیں سے ہو جاتا ہے کہ پورے قرآن میں انسان کی کو مارنے والے کسی آلے تک کا ذکر نہیں آیا''۔

یہ آخری جُملہ جو انھوں نے فرمایا کہ قرآن میں انسان کو مارنے والے کسی آلے تک کا ذکر نہیں یہ میرے دل پر کسی خنجر کی طرح لگا۔ مجھے یاد آیا کہ اللہ کے کسی نیک بندے کی محفل میں ایک دفعہ علامہ اقبال پر گفتگو ہو رہی تھی تو بزرگوں نے فرمایا کہ علامہ صاحب نے قوم کے اندر شاعری کا شوق دیکھتے ہوئے قرآن کا شعری ترجمہ لکھا ہے یعنی اُن کے ہر ہر شعر کے پیچھے کسی نہ کسی آیت کا معنی یا مفہوم چھپا ہوتا ہے۔ان کی یہ بات سن کر میں ہمیشہ کلام اقبال پڑھتے ہوئے قرآن کو ساتھ ملاتا رہتا تھا اور یقین جانیے اس سے قرآن کو سمجھنے اور حقیقت تک پہنچنے میں بہت مدد ملی۔ آج صحابی رسول کی اس وضاحت سے علامہ صاحب کا

ایک اور شعر بھی سمجھ آ گیا تھا اور قرآن کے تصور جہاد کی اصل روح بھی۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

مفہوم : اگر انسان کا یقین پختہ ہو جائے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور پوری کائنات کا رزاق ہے تو اسکے اندر سے ہر طرح کے خوف ختم ہو جاتے ہیں پھر وہی انسان اپنے عمل کو اللہ کی تعلیمات کے مطابق کرتا ہے تو وہ لوگوں کے لئے ایک عملی نمونہ بن جاتا ہے کیونکہ اس کے قول اور فعل میں کوئی تضاد نہیں رہتا اور تیسرا وہ اپنی محبت اور نرم دلی سے لوگوں کے دلوں کو جیت لیتا ہے آپ غور کریں تو یہی تینوں کام قرآن نے بھی حکم فرمائے اور ہمارے نبی نے عملی طور پر کر کے بھی دکھائے اور دوسرے مصرعے میں علامہ صاحب نے کہا کہ زندگی کے جہاد میں انسان کو جن تلواروں کی ضرورت پڑتی ہے وہ یہی ہیں ۔یعنی تعلیمات اور ان کے مطابق عمل کو وہ تلواریں قرار دیا جس سے جہاد کرتے ہوئے انسان اللہ کے احکامات کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ بنتا ہے۔

ایک طرف یہ حیرت کے علامہ صاحب قرآن کے ان سب رازوں سے واقفیت رکھتے تھے اور زندگی بھر ان تعلیمات کو اپنے قوم کا زیور بنانے کی کوشش نہیں چھوڑی اور دوسری طرف ہمارے لوگ جنھوں نے علامہ اقبال پر ہی کفر کے فتوے لگا دیے تا کہ لوگ ان کی تعلیمات کی طرف رخ ہی نہ کریں ۔آج وہی اقبال لاہور کے ایک پر رونق علاقے میں ایک قبر کے اندر آرام فرما ہیں جہاں عوام کا ہجوم جا کر اپنی تصویر تو کھینچتا ہے مگر اقبال کے دیے ہوئے آئینے میں اپنے شعور اور کردار کی شکل دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

کافر ہی کافر

"حضرت آپ تو جانتے ہی ہیں کہ ہمارے ہاں اب تمام فرقے ایک دوسرے کو کافر قرار دے چکے ہیں اور یہ صرف زبانی نہیں بلکہ اپنے اپنے فتووں کے اندر تحریری طور پر ایک دوسرے کو کافر قرار دیا جا چکا ہے کوئی ایک فرقہ بھی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ انکے کسی عالم یا مفتی نے دوسروں کو کافر نہیں کہا اور نہ کوئی فرقہ اس اعزار سے خالی رہا ہے، معذرت کیساتھ اعزار کا لفظ اس لئے استعمال کیا کیونکہ کے یہ اپنی ہی کسی بھائی کا دیا ہوا اعزاز ہوتا ہے ۔ اب تو یہ حالت ہو چکی ہے کہ صرف کافر ہی بچے ہیں جو ہمیں مسلمان سمجھتے ہیں۔سینکڑوں سالوں سے علماء اور مدرسوں کے ان کفر کے فتووں نے عوام میں ایک بڑی تعداد پیدا کر دی ہے جو دوسروں کو کافر کہنے کی، ان سے روابط نہ رکھنے کی اور ان سے رشتہ یا کاروبار تک نہ کرنے کی قائل ہے اور یہی فلسفہ انفرادیت کی حدوں کو پار کرتا ہوا اسلامی مملکتوں تک پہنچ گیا ہے اب ہمارے ہاں سنی، شیعہ اور وہابی ریاستیں بھی میسر ہیں جو ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے مسلمان دشمن مما لک کے ساتھ مل کر ایک دوسرے کے خلاف سازشیں اور جنگیں بھی کرتے ہیں ۔ اب دشمنوں کو ہمارے خلاف جنگ لڑنے کی کوئی خاص ضرورت ہی نہیں رہی کیونکہ ہم ایک دوسرے کو مار کر جنت میں جانے پر ایمان رکھنے لگ گئے ہیں ۔ ایسے حالات میں آپ کیا رہنمائی فرمائیں گے۔

اس سے پہلے کہ آپ رہنمائی فرمائیں آپ کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ ہم سب کے پاس ایک حدیث بھی ہے جس میں فرمایا گیا کہ جب کوئی مسلمان دوسرے کو کافر کہتا ہے تو دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہوتا ہے، یعنی جسکو کہا جارہا ہے اگر وہ کافر نہیں تو کہنے والا کافر ضرور ہو گیا اب اگر اس حدیث کو میں اپنے مسلمانوں پر لاگو کروں پھر کیسے کوئی مسلمان بچا ہوگا؟

انھوں نے میری طرف ایک نظر غور سے دیکھا میں کنفیوز ہو گیا کیونکہ ان کی آنکھوں میں دیکھ کے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ایکسرے کر رہی ہوں پھر بولے۔

"پہلے تو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ کافر کسی مذہب، فرقہ، قوم یا قبیلہ کے لئے استعمال نہیں ہوتا نہ قرآن میں کیا گیا ہے۔ کفر عربی لفظ ہے جسکا سادہ سا مطلب ہوتا ہے انکار کرنا اور زیادہ تفصیل میں جائیں تو ایسا انکار جو کسی چیز کو جاننے کے باوجود کر دیا جائے۔ مثال کے طور پر یہ جو تمھاری کافی ہے یہ مجھے اچھی لگی اور تم مجھ سے پوچھو کہ کیسی ہے تو میں اپنے کسی ذاتی مفاد میں، یا تمھیں نیچا دکھانے کے لئے کہہ دوں کہ ٹھیک ہی ہے کوئی بہت شاندار نہیں تو میرے اس عمل کو کفر کہا جائے گا۔

تو جان لینا چاہیے کہ کفر کا تعلق کسی مذہب سے نہیں مگر ایک انسانی کیفیت سے جس میں انسان جانتے بوجھتے ہوئے انکار کرتا ہے۔ آؤ اس کو قرآن کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ

ترجمہ : جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے برابر ہے تم انھیں آگاہ کرو یا نہ کرو وہ کبھی ماننے والے نہیں ہیں۔(البقرۃ 6)

یہ عام ترجمہ ہے جو تمھاری زبان میں میسر ہے مگر یہ ترجمہ عربی زبان کے ساتھ انصاف نہیں کر رہا۔ اب دیکھو اگر تم کسی کو دعوت دو کہ وہ اللہ کی وحدانیت کو مان لے اور اللہ کے نازل کردہ نظام کے تحت اپنی زندگی کو استوار کر لے تو بہت زیادہ امید ہے کہ پہلی دفعہ میں شاید ایسا ممکن نہ ہو، وہ انکار کرے گا یا سوچنے کا وقت مانگے گا یا تحقیق کرے گا اور تم سے آگے بحث بھی کرے گا بار بار پھر شاید تو تمھاری بات اس کے دل پر اثر کر جائے اور وہ مان جائے اور یہ بھی ممکن ہے نہ اثر کرے اور وہ مزید سوچ بچار کرے۔ ان دونوں طرح کے افراد کے انکار کو کفر نہیں کہا جا سکتا کیونکہ جو آیت کے آخر میں کہا جا رہا ہے کہ ان لوگوں کو تبلیغ کی جائے یا نہ کی جائے ایک برابر ہے کیونکہ یہ کبھی نہیں مانیں گے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ انکار کے کسی آخری درجے پر پہنچ چکے ہیں جہاں سے واپسی ممکن نہیں۔ ترجمہ میں کفر کا مطلب خالی کفر لکھ دینے سے پڑھنے والے اسکی تہہ تک نہیں پہنچ پاتے۔ پھر کچھ لوگوں نے تمھارے ہاں ایسا بھی لکھا ہے۔

ترجمہ : جن لوگوں نے انکار کیا ان کے لئے برابر ہے تم انھیں آگاہ کرو یا نہ کرو وہ کبھی ماننے والے نہیں ہیں۔

اب دیکھو انکار تو پہلا درجہ ہو سکتا ہے زیادہ تر افراد پہلی دفعہ میں مطمئن نہیں ہوتے انھیں وقت لگتا ہے چیزوں کو سمجھنے اور پرکھنے میں پھر جا کے انکا یقین جگہ بناتا ہے اس لئے صرف انکار کا لفظ بھی انصاف نہیں کر پا رہا۔ میرے خیال میں تمھاری زبان سمجھنے والوں کو ایسے سب سے بہتر سمجھ آئے گی کہ کفر کیا ہوتا ہے۔

ترجمہ : جن لوگوں نے حقیقت جاننے کے باوجود اپنے ذاتی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے انکار کیا، ان کے لئے برابر ہے تم انھیں آگاہ کرو یا نہ کرو وہ کبھی ماننے والے نہیں ہیں۔

امید ہے اب واضح ہو رہا ہوگا کہ یہاں انکار کی وجہ کیا تھی پہلے تو یہ واضح کرنا ضروری تھا کہ انکو پیغام سمجھ آ گیا اور انھیں یہ بھی سمجھ آ گیا کہ اس پیغام کو ماننے کے بعد انکی اجارہ داری ختم ہو جائے اور انکی مرضی کی چیزوں کا نام دین نہیں رکھا جا سکے گا اس لئے انھوں نے پوری توجہ اور منصوبہ بندی کے ساتھ اس پیغام کو ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ نے بعد میں اتنا سخت فیصلہ بھی سنا دیا کہ ان لوگوں کو سنانے کا کوئی فائدہ نہیں رہا''۔

یہ کہہ کر انھوں نے سانس لی اور کافی کا کپ اٹھایا۔ میں حیران تھا کہ دہائیوں سے پڑھتے ہوئے بھی کفر کی ایسی تعریف کبھی نہ پڑھی نہ کبھی کسی سے سُنی اور نہ کبھی ایسی سمجھ آئی۔ میں خود کئی دفعہ حیران ہوتا تھا ایسی آیتوں پر کہ اللہ خود ہی کیوں ان لوگوں کی ہدایت کا راستہ بند کر رہا ہے کہ یہ کبھی نہیں مانیں گے، کبھی ایمان نہیں لائیں گے آج پہلی دفعہ سمجھ آئی کفر کی، میں اور توجہ سے ان کی طرف دیکھتا رہا وہ کپ رکھتے ہوئے بولے۔

''قرآن اپنی تعریف یا تفصیل کے لئے کسی دوسری کتاب کا محتاج نہیں ہے دیکھا کیسے اللہ نے آیت کے دوسرے حصے سے ہی پہلے حصے کو کھول کر رکھ دیا یہی اس قرآن کا اعجاز ہے''۔

میں نے پڑھائے گئے اصولوں کے مطابق ہاتھ بلند کیا جیسے میں سوال کرنا چاہ رہا ہوں وہ رُک گئے تو میں نے سوال پوچھا مجھے اندر سے لگا کہ میں اس سوال کے ذریعے اپنی کم علمی یا جہالت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا کہ مجھے کیوں اتنے عرصے میں کفر کی سمجھ نہیں آئی۔

''حضرت آپ کو تو پتہ تھا کفر کا مطلب اس لئے آپ کے لئے آسان تھا آیت کے آخری حصہ کو پہلے حصہ کی تعریف سے منسلک کرنا، ہم جیسے لوگ کیا کریں؟''

انھوں نے فوراً جواب دیا۔

''بیٹا یہ کوئی ایک آیت تھوڑی ہے جس سے ہم نے سب نتائج اخذ کرنے ہیں ابھی تو میں نے صرف کفر کی تعریف کے لئے ایک آیت کا انتخاب کیا ہے قرآن پڑھنے کا تو اصول ہی یہی ہے کہ ایک موضوع کی تمام آیات کو اکٹھا کر کے دیکھا جائے کہ اللہ اِس پورے موضوع پر کیا فرما رہا ہے۔اب اگلی آیت کو ملاحظہ کرو۔

فَاذْكُرُونِیۡۤ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْالِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ

ترجمہ : تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور کفران نہ کرنا۔

(البقرۃ152)

ابھی میں ذکر کی تفصیل میں نہیں جا رہا نہ شکر کی تاکہ ہم موضوع سے نہ ہٹیں مگر ایک واضح چیز اس آیت میں یہ ہے کہ اللہ نے شکر اور کفر کو مقابلے میں بیان کیا ہے، دونوں چیزوں کو ایک دوجے کی ضد میں، شکر کرنے کو کہا اور کفر کرنے سے روکا گیا ہے۔ عمومی طور پر شکر اللہ کی نعمتوں کا ادا کیا جاتا ہے اور نعمتوں کا پتہ ہوتا ہے اسی لئے انسان ان کا شکر ادا کرسکتا ہے جیسا کہ ایمان، یقین، عقل، فکر، احساس، مال و دولت، اسباب، اہلِ خانہ، اولاد وغیرہ یہ سب وہ نعمتیں ہیں جن کا ہم شکر ادا کرتے ہیں۔ اگر ایک انسان کو پتہ ہی نہ ہو اسکے پاس کیا نعمت ہے تو اس کا شکر بھی ادا نہیں کر پائے گا۔ اسی کی ضد میں جب کفر سے روکا جا رہا تو کیسے ممکن ہے انسان ان نعمتوں کا کفران کرے جن کا اُسے پتہ ہی نہ ہو یقیناً انسان انہیں نعمتوں کا کفران کرسکتا ہے جن کا اسے پتہ ہوگا اور اسکے باوجود وہ ان کا انکار کرتا رہے گا۔ دیکھتے جاؤ اللہ کیسے اس لفظ کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے اب میں کفر کو کفر ہی کہوں گا تاکہ تم خود اس کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرو۔

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا

ترجمہ : جو لوگ کفر کرتے ہیں انکے لئے دنیا کی زندگی بڑی پسندیدہ ہے۔

(البقرۃ212)

دیکھا کفر کی واضح وجہ بھی بیان کی گئی ہے یعنی انسان کے ذاتی مفاد، انسان کی وہ ہوس جو دنیاوی زندگی تک محدود ہے اور یہی وہ مفاد ہے جس کی وجہ سے وہ اللہ کے پیغام کو ٹھیک سمجھتے ہوئے بھی رد کرتے ہیں۔ آگے دیکھو مزید وضاحت کی گئی ہے۔

كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

ترجمہ: کیسے اللہ ان لوگوں کو ہدایت دے جنھوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا حالانکہ وہ گواہی دے چکے ہیں کہ رسول سچا ہے اور انکے پاس نشانیاں بھی آچکی، اللہ ظالموں کو کبھی ہدایت نہیں دیتا۔ (آلِ عمران 86)

دیکھا کفر ایمان لانے کے بعد بھی کیا جا رہا ہے، عجیب بات ہے نا یعنی پہلے مان لیا اللہ کے سچے نبی کو بھی اور نشانیوں کو بھی پھر بھی کفر کیا۔ اب سمجھ آیا کہ کفر سب کچھ ماننے کے بعد ہوتا ہے اور جو بالکل نہ مانے اسکے لئے عربی زبان کذب کا لفظ استعمال ہوتا ہے جسکو تمھاری زبان میں جھٹلانا کہتے ہیں یعنی کسی چیز کو شروع ہی سے نہ ماننا جبکہ کفر کا معاملہ مختلف ہے۔ اردو میں دونوں انکار کے معنوں میں آتے ہیں مگر عربی میں وزن کا بہت فرق ہے دونوں میں۔ اسی طرح ایمان لانے کے بعد کفر کو بہت جگہ بیان کیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والے کو اچھی طرح سمجھ آئے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ

ترجمہ: جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا پھر اپنے کفر میں بڑھتے

چلے گئے اُن کی توبہ بھی قبول نہیں ہوگی۔(آلِ عمران 90)

دیکھا کفر کی کیفیت کو کیسے بیان کیا جا رہا، یعنی یہ کوئی ایک لمحہ نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک بیماری کی طرح بڑھتا چلا جاتا اور اس آیت میں تو توبہ کا راستہ بھی بند کیا گیا ہے تا کہ کفر کی مزید وضاحت ہو سکے۔آؤ آگے دیکھتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ثُمَّ كَفَرُوۡا ثُمَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ كَفَرُوۡا ثُمَّ ازۡدَادُوۡا كُفۡرًا لَّمۡ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَـغۡفِرَ لَهُمۡ وَلَا لِيَـهۡدِيَهُمۡ سَبِيۡلًا

ترجمہ : جولوگ ایمان لائے پھر کفر کیا پھر ایمان لائے پھر کفر کیا پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے ایسے لوگوں کو اللہ کبھی ڈھال نہیں دیگا نہ اپنی راہ کی طرف ہدایت کرے گا۔
(النساء 137)

یہ آیت اسی حالت کو بار بار بیان کر رہی ہے جسکا ہم نے ابھی ذکر کیا۔اب قرآن سے کفر کی ایک اور شکل دیکھتے ہیں۔

الَّذِيۡنَ يَبۡخَلُوۡنَ وَيَأۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبُخۡلِ وَيَكۡتُمُوۡنَ مَاۤ اٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ‌ وَاَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا مُّهِيۡنًا

ترجمہ : جو لوگ بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی ترغیب دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے اُسے چھپاتے ہیں ایسے کافروں کے لئے رسوا کُن عذاب ہے۔(النساء 37)

یہاں اللہ نے کفر کا ایک اور رنگ نمایاں کر دیا ہے یعنی انسانوں کی عادات واطوار کی صورت۔ میں نے بخل کو بخل ہی کہا ہے کیونکہ اس کا ترجمہ تمھاری زبان میں کنجوسی کر دیا جاتا ہے جو کہ اتنا مزہ نہیں دیتا جتنا یہ لفظ بخل ہے اصل میں۔ اگر کوئی انسان اللہ کی راہ میں دے اور دیتے وقت دل میں تنگی اور ناگواری محسوس کرے تو ایسی کیفیت کو بخل کہا جاتا ہے۔ جو اللہ نے فضل کر رکھا ہے یعنی جو اللہ نے اسکو باقی لوگوں سے زیادہ دے رکھا ہے اسے چھپاتا ہے تو ایسے کافروں کو عذاب کی وعید سنا دی گئی ہے۔ کتنی عجیب بات ہے نہ تو ان لوگوں نے کسی اور خدا کی بات کی نہ ان لوگوں نے شرک کیا نہ اللہ کے باقی احکامات کی حقیقت کا کذب کیا پھر بھی یہ لوگ کافر ہیں اور اسکی وجہ ایک بخل اور دوسرا اللہ کے فضل کو چھپانا یعنی کافروں کو پتہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے مگر وہ بد دلی سے کرتے، کرتے پھر بھی اللہ کی راہ میں ہی ہیں یہ نہیں کہا گیا کہ کسی بت کے راستے میں خرچ کرتے لیکن اللہ کی راہ میں بھی نیت درست نہ رکھیں تو وہ کافر کہلائیں گے"۔

میرے پاس کوئی چارہ نہ تھا کہ میں نے افسوس سے سر ہلایا جسے انھوں نے بھی محسوس کیا۔ یہ کون سا کفر تھا جسکا آج تک ہمیں نہیں بتایا گیا ہمیں تو صرف اپنے فرقہ سے اختلاف رکھنے والوں کا کفر بتایا گیا اور فتوے دکھائے گئے، نفرتوں کے بیج بوئے گئے اور ان کا نام کفر رکھ دیا گیا اور یہ کینسر کی طرح ہماری نسلوں میں چلا گیا۔ میں اس وقت سوچ رہا تھا کہ میں کسی کو جب بتاؤں گا کہ اللہ کا فضل چھپانا اور اس فضل میں سے اچھی نیت سے نہ خرچنا کفر ہے تو کوئی میری بات مانے گا؟ میں تو ایک صحابی کے منہ سے سن رہا تھا اس لئے اثر ہو رہا تھا کل کوئی میرے منہ سے سنے گا تو کیسے یقین کرے گا کہ یہ بھی کفر ہے ایسا

ہی ہوتا ہے ایک فیصد سے بھی کم لوگ ملے جو میری بات سننے کے بعد خود قرآن کو کھول کر دیکھتے ہوں کہ کیا اللہ نے واقعی ایسا لکھا ہے۔ زیادہ تر لوگ ہماری باتوں سے فوراً ہمارا فرقہ متعین کر کے اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں۔

انھوں نے وہیں سے گفتگو آگے بڑھائی۔

''بیٹا جب ان لوگوں نے دین کی اساس ہی غلط چیزوں پر رکھ دی اور قرآن کو پیچھے کر دیا ہے تو پھر کیا فرق پڑتا یہ کس کو کافر کہتے ہیں اور کس کو نہیں کہتے۔ ان کا تو کسی کو مسلمان کہنا بھی اُتنا ہی حیران کُن اور نا قابلِ اعتبار ہوگا جتنا کسی کو کافر کہنا ہے۔ اگر یہ دین کی اساس قرآن کو بناتے اور اللہ کے حکم کو فوقیت دیتے تو ان کو کسی کو بھی کافر کہنے کی ضرورت نہ پڑتی لوگوں کے اعمال اور افعال خود ہی واضح کر دیتے ان کا ایمان بھی اور ان کا کفر بھی۔ بیٹا دین اللہ کا فیصلہ ہے اور اللہ اپنے فیصلوں میں کسی ایک کو بھی شریک نہیں کرتا یہ آیت میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں پھر تم خود اندازہ لگا لو یہ کون لوگ ہیں جو اللہ کے شامل نہ کرنے کے باوجود اس کے فیصلوں میں دخل اندازی کر رہے ہیں۔

باقی قرآن پر نظر نہ بھی جائے تو ایک ہی سورۃ میں تین متواتر بار ایک ہی بات اللہ نے کھول کر بیان کر دی ہے اس کو یاد رکھنا بھی آسان ہے کیونکہ ایک ہی سورۃ میں بار بار بیان کر دیا گیا ہے۔

ترجمہ : جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔

(المائدہ 44)

ترجمہ : جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ ظالم ہیں۔

(المائدہ 45)

ترجمہ : جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ فاسق ہیں۔

(المائدہ 47)

ان تین آیات سے سادگی سے سمجھ آجاتا ہے کہ کافر کون ہیں، دنیا میں کوئی بھی انسان جو فیصلہ کرتے وقت اللہ کے قانون کو مدنظر نہیں رکھتا وہ کافر ہے مزید وضاحت کے طور پر اللہ نے ظالم اور فاسق یعنی قانون توڑنے والوں کو بھی اسی فہرست میں ڈال دیا ہے۔ جب اللہ نے ایک چیز کی تعریف بیان کر دی ہے تو پھر ہمیں اپنی طرف سے نئی تعریف بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ ایسا کرنا بھی تو اللہ کے قانون کے خلاف فیصلہ کرنا ہی ہے اور یہی اصل کفر ہے۔

کفر کی آخری اور سب سے خطرناک شکل جو میں بتانا چاہوں گا وہ اس آیت میں بیان کی گئی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ

ترجمہ : جو لوگ اللہ اور انبیاء کا کفر کرتے ہیں اور ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ اور اسکے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں۔ (النساء 150)

یہ بہت حیران کن نقطہ ہے کہ اللہ ان لوگوں کو کافر کہہ رہا جو اللہ اور رسولوں میں فرق رکھیں، تو کیا اللہ اور اسکے رسولوں میں فرق نہیں رکھنا ہوتا؟ یقینا فرق تو رہے گا کیونکہ اللہ پوری کائنات کی طرح انبیاء کا بھی خالق ہے اور انبیاء بھی اللہ کی مخلوق ہیں پھر کیوں کہا جا رہا ہے کہ فرق رکھنے کا ارادہ تو کافر رکھتے ہیں۔ صرف ایک ہی ایسا فرق سمجھ آئے گا اور وہ ہوگا تعلیمات کا فرق تو یہ آیت ثابت کر رہی ہے ہمیں اللہ اور انبیاء کی کی تعلیمات میں کسی قسم کا فرق کرنے کی اجازت نہیں ہے اور اگر ایسا کیا گیا تو یہ کفر ہوگا مگر تمھارے ہاں تو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جو اللہ نے تعلیمات قرآن میں بتائی ہیں اور جو لوگوں نبی کا نام لگا لگا کر اپنی کتابوں میں لکھ دی ہیں ان میں زمین آسمان کا فرق ہے اور انتہا یہ ہے کہ لوگوں کا یقین اور عمل سب انھیں کے مطابق ہے جو انسانوں نے لکھا۔

اب جو لوگ بھی قرآن کے مطابق کافر ہیں یعنی چاہے وہ اللہ اور نبیوں کی تعلیمات میں فرق کرتے ہوں یا اللہ کے نازل کردہ قرآن کے مطابق زندگی کے فیصلے نہ کرتے ہوں، بخل کرتے ہوں یا لوگوں کو بخل کی ترغیب سکھاتے ہوں یا اللہ کے فضل کو چھپاتے ہوں ان سب لوگوں کے بارے میں دیکھو اللہ نے کیا فرمایا ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا

ترجمہ : اور کافروں کے اعمال صحرا کے سراب کی مانند ہیں جسے کوئی پیاسا پانی سمجھ لیتا ہے جب اسکے پاس پہنچتا ہے تو کچھ بھی نہیں پاتا۔ (النور 39)

کتنی خوبصورت اور آسان مثال دے کر اللہ نے سمجھا دیا ہے ۔صحرا میں سفر کرنے والوں کو ریت پر پانی جیسا کچھ نظر آتا ہے جسے سراب کہتے ہیں اور جب وہ پیاسے اسکی جانب سفر کرتے ہیں تو پاس جا کر پتہ چلتا کہ وہاں تو کچھ تھا ہی نہیں۔ ایسے ہی اللہ کے مطابق جو لوگ کافر ہیں وہ زندگی بھر عمل تو کرتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ وہ ثواب کی ٹوکریاں بھر رہے ہیں مگر جب وہ وہاں پہنچیں گے جہاں ثواب چاہیے ہوگا تو وہاں انھیں کچھ نہیں ملے گا"۔

انھوں نے یہ کہتے ہی کافی کا کپ اٹھا لیا جیسے ان کو یقین ہو کہ یہ موضوع میرے اندر اتر گیا ہے مجھے مزید وضاحت کی ضرورت باقی نہ رہی ہو مگر اصل میں تو میرے اندر اس سے بھی زیادہ انتشار تھا۔ میں نے جب کفر کی تعریف سمجھی کہ جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا تو یقین جانئے مجھے وہ سنی شیعہ وہابی دیوبندی بریلوی مرزائی وغیرہ تو سب بھول گئے ۔ میرا دماغ صرف یہ سوچتا رہا کہ میں خود کن کن موقعوں پر قرآن کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا رہا تو مجھے ہزاروں ایسے واقعات اور باتیں یاد آئیں جہاں میں نے قرآن کو مدنظر نہیں رکھا تھا اور فیصلے بھی کیے تھے ۔ میں نے زندگی میں پہلی دفعہ اپنے کفر کی معافی مانگی اللہ سے، زندگی میں پہلی دفعہ پتہ چلا کہ میں بھی کافر ہو سکتا ہوں، مجھ سے بھی کفر سرزد ہوتا رہا ہے مجھے بھی ایسے کفر سے معافی اور توبہ کی ضرورت ہے۔جنھوں نے فرقوں کے کفر کے فتوے جاری کیے ہیں وہ اپنے کرتوت خود بھگتیں گے مگر جو کفر میں کرتا رہا اس کا جواب دہ تو میں ہی ہوں ۔ کافی دیر تک دل میں اللہ سے معافیاں مانگتا رہا اور یاد کرتا رہا اپنے کفر کی مختلف حالتیں۔آخر میں اللہ کا شکر ادا کیا کہ تو نے زندگی میں ہی سمجھا دیا کہ کفر کیا ہوتا ہے

اور توبہ کرنے کی توفیق بھی دے دی اگر یہی بات قیامت کے دن پتہ چلتی تو سوائے ہاتھ ملنے کے کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔ صرف ایک سراب ہی رہ جانا تھا۔

معافی کی دعا کے لئے ہاتھ اٹھا لینا قیامت کے دن ہاتھ ملنے سے کروڑوں درجے بہتر ہے۔

ان خیالوں سے نکلا تو مجھے بچپن میں سُنا ہوا بلھے شاہ کا وہ شعر یاد آ گیا۔

بلھیا تینوں کافر کافر آکھدے

توں آہو آہو آکھ۔۔۔

(یعنی لوگ تمھیں کافر کہتے ہیں تم کہا کرو، ہاں میں ہوں)

بہت مدت بعد پنجابی ادب پر تحقیق کے دوران مجھے پتہ چلا کہ پہلے مصرعے میں جو دو دفعہ کافر لکھا ہوا ہے اس میں ایک 'کوما' بھی ہے یعنی وقفہ دے کر پڑھنا ہوگا۔

بلھیا تینوں کافر، ۔۔۔کافر آکھدے

پہلا کپ کافی

جب اس سلسلہ کی پہلی کتاب 'صحابی رسول، میں اور ایک کپ کافی' چھپی تو اس کے آخر میں میں نے اپنا ای میل ایڈریس دیا تھا تا کہ لوگ اپنے سوالات یا خیالات کا اظہار کر سکیں۔ مجھے چند ہی لوگوں نے رابطہ کیا اس میں سے بھی زیادہ تر ای میل تعریفوں سے بھری ہوئی تھی البتہ ایک ای میل جو اردو میں لکھ کر بھیجی گئی تھی وہ قابل ذکر ہے کیونکہ کسی نے بہت غور سے اُس کتاب کو پڑھا، اس کے بارے میں سوال اُٹھایا اور مجھے یہ بھی کہا کہ ای میل پر جواب دیں یا اگلی کتاب میں تو پہلے سوال دیکھ لیا جائے۔ میں اس ای میل کا شروع کا حصہ شامل نہیں کر رہا جس میں زیادہ تر تعریفیں تھیں اور وہاں سے لکھ رہا جہاں سے سوال شروع ہوتا ہے۔

"آپ کی کتاب جہاں بہت سے سوالوں کے جواب دے گئی ہے وہاں بہت سے نئے سوال بھی پیدا کر گئی ہے جو میرا خیال ہے آپ نے جان بوجھ کر ایسا کیا تا کہ لوگ آپ کی دوسری کتاب کا انتظار کریں۔ آپ نے بہت بار لکھا ہے کہ آپ کو حدیث کی اور دوسری اسلامی کتابوں میں نقص نظر آتے ہیں اور چونکہ ان میں غلطیاں بھی ہیں تو آپ کے مطابق وہ پوری ہی قابل اعتبار نہیں ہیں اور صرف قرآن ہی قابل اعتبار ہے یعنی آپ تو منکر

ہیں ان کے۔ یہ بتائیں گے کہ جن لوگوں نے ہم تک وہ ساری حدیث اور روایات پہنچائی ہیں جن کو آپ نہیں مانتے تو انھیں لوگوں نے ہی ہم تک یہ قرآن بھی پہنچایا ہے تو پھر اس کو کیسے مانا جائے کیونکہ دونوں کا ذریعہ تو ایک ہی ہے۔آپ کون سا خود اس دور میں تھے جب قرآن نازل ہوا تھا اور آپ نے خود سُن کر حِفظ کرلیا ہو۔آپ نے بھی تو قرآن کتابی شکل میں پڑھا جو روایات کے ذریعے ہی ہم تک پہنچا ہے۔ مجھے آپ اس قرآن کے سچا ہونے کا اُن روایات اور لوگوں کے علاوہ کوئی ذریعہ بتا سکتے ہیں؟ اگر نہیں ہے تو پھر آپ ان روایات، احادیث اور تاریخی واقعات کو جھوٹا کہنا بند کر دیں کیونکہ اللہ اور قرآن نے آپ کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دی ہے"۔

میں اس سوال سے کچھ باتیں واضح کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات تو یہ کہ میں سوال کرنے کی جرأت کو سلام کرتا ہوں ہمیں اس ماحول کو بنانے اور اس کی ترویج کرنے کی ضرورت ہے جہاں ہم کُھل کر کسی قسم کا بھی سوال کرسکیں، صرف سوال کرنے کی وجہ سے ہمیں کہیں سے اُٹھا نہ دیا جائے، یا بے ادب نہ کہا جائے کیونکہ یہ سارے رویے سیکھنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں اور میں خود ان کا حد درجہ شکار رہا ہوں۔سوال وہیں پیدا ہوں گے جہاں کوئی توجہ سے آپ کی بات سن رہا ہوگا، سوال سوچنے کی واحد نشانی ہیں ورنہ کبھی بولنے والے یا لکھنے والے کو پتہ نہیں چلے گا کہ سننے والے یا پڑھنے والے سوچتے بھی ہیں اور جہاں سوال پیدا نہیں ہوتے وہاں دو وجوہات ہوتی ہیں ایک تو بے پرواہ ہونا اور دوسرا اندھی تقلید اور میں ان دونوں کا مخالف ہوں۔

دوسری بات اگر میری تحریر سے کسی کے زہن میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ میں احادیث، روایات، اماموں یا تاریخ کا منکر ہو گیا ہوں تو میں آپ کو ایک سادہ سا طریقہ بتاتا ہوں آپ اس پر عمل کیجیے اور مجھے ضرور بتائیے گا جو اس کے جواب میں آپ نتیجہ اخذ کریں۔حدیث کی کتابیں جو رسول اللہ کے جانے کے تقریباً دو سو سال بعد لکھنا شروع ہوئیں ان میں سب سے پہلے دو اختلافات پائے جاتے ہیں ایک کو صحائح ستہ یعنی چھ مکمل کتابیں اور دوسری کو صحائح اربعہ یعنی چار مکمل کتابیں بولا جاتا ہے۔صحائح ستہ اہلِ سنت جس میں آجکل کے دور میں اہلِ حدیث، بریلوی اور دیو بندی فرقے مشہور اور زیادہ تعداد میں ہیں دوسری طرف چار کتابوں کو ماننے والے اہلِ تشیع کہلاتے ہیں آگے ان کے بھی کافی گروہ ہیں۔اہلِ تشیع کے مطابق حدیث یا روایت تب مستند ہوگی جب وہ ان لوگوں کی سند کے ساتھ پائی جائے جس کو وہ مستند سمجھتے ہیں اور اہل سنت کے ہاں بھی اُن کے اپنے مستند راوی ہیں اور دونوں میں ایک بہت بڑا فرق اور فاصلہ ہے جو بارہ سو سال سے چلا آرہا ہے۔

اب اگر میں اہل تشیع کی مشہور کتاب اصولِ کافی سے کچھ احادیث اٹھا لوں جن میں ان کا بیان کیا گیا نماز، روزہ یا حج کا طریقہ ہے تو وہ اہلِ سنت کا کوئی بھی فرقہ نہیں مانے گا یعنی نہ اسکو اہلِ حدیث مانیں گے نہ بریلوی نہ دیو بندی حالانکہ اصولِ کافی بھی تو حدیث کی کتاب ہے۔تو اب آپ بتائیے گا کہ کیا اس عمل سے اہلِ حدیث، بریلوی اور دیو بندی یہ سب فرقے منکرِ حدیث کہلائیں گے یا نہیں؟ اسی کا الٹ کر کے دیکھ لیتے ہیں ہم اہل سنت کی کتابوں سے صرف نماز میں ہاتھ باندھنے والی احادیث ہی لے کر اہل تشیع کے پاس چلے جاتے ہیں تو کیا وہ اس کو قبول کریں گے یقینا نہیں کریں گے تو کیا اہل تشیع کو منکر

حدیث کہہ دیا جائے؟ اس اصول کے مطابق تو یہ سارے فرقے ہی منکر حدیث ہو گئے۔

صرف اتنا ہی ہم ان دونوں گروہوں کا موازنہ چھوڑتے ہیں اور اہلِ سنت کے اندر کے فرقوں کی طرف آتے ہیں، آپ اگر اہلِ حدیث مکتبہِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں تو آپ اپنی نماز کا طریقہ اور اس کی حمایت میں جو صحیح بخاری میں احادیث ہیں وہ لیں اور اپنے ہی علاقے کے بریلوی یا دیوبندی مولوی صاحب پر دستخط کروا دیں کہ یہ طریقہِ نماز ٹھیک ہے۔اور اسی طرح کوئی بریلوی بہن یا بھائی اپنے طریقہ نماز اور اسکی حمایت میں موجود احادیث کے ساتھ اہلِ حدیث سے دستخط کروالائیں کہ یہی طریقہ نماز درست ہے۔یقین کریں وہ مرجائیں گے مگر ایک دوسرے کے صرف نماز کے طریقے پر بھی اتفاق نہیں کریں گے حالانکہ دونوں گروہوں کے پاس مستند حدیثیں ہیں اور وہ بھی صحاح ستہ کی روایات میں سے۔تو کیا اب اہل حدیث کے نزدیک بریلوی اور دیوبندی منکرِ حدیث ہو گئے؟اس کا جواب اپنی نماز کی احادیث اور طریقہ کے ساتھ دستخط کروا کر مجھے ضرور ارسال کریں تاکہ میں اگلی کتاب یا کسی آرٹیکل میں اپنی کم علمی کا اعتراف اور توبہ لکھ کر پیش کرسکوں۔

اب یہ تو آپ سب بھی جانتے ہیں کہ ہر فرقہ اپنی ہی احادیث اور روایات کو مستند کہتا اور دوسروں کی روایات کو ضعیف یا غیر مستند کیونکہ دوسروں کی روایات کو درست ماننے کی صورت میں ان کی اپنی روایات اور طریقہ غلط ثابت ہو جائے اور یہ تو ہم نے آج تک سیکھا ہی نہیں کہ ہم بھی غلط ہو سکتے ہیں ہمیں ہمیشہ دوسروں کو جھکانا اور غلط ثابت کرنا سکھایا گیا ہے اور وہی ہم کرتے آرہے ہیں۔لیکن ایسا سب کرنے کے باوجود نہ تو کسی اہل تشیع کو منکرِ حدیث کہا جاتا ہے نہ اہلِ حدیث کو نہ سُنی کو۔حالانکہ یہ سب فرقے صرف اسلئے اُس

حدیث کو نہیں مانتے کیونکہ وہ انکے اپنے عمل اور عقائد کے خلاف ہے۔ تو میرا اپنے تمام بہن، بھائیوں اور بزرگوں سے سادہ سا سوال ہے کہ میں تو تمام ان احادیث کو دل سے مانتا ہوں جو قرآن کے مطابق ہیں اور جو قرآن کے مخالف نظر آتی ہیں ان پر شک کرتا ہوں تو کیا میں منکرِ حدیث ہوں؟

یعنی میں اپنے فرقہ کی وجہ سے کسی کی حدیث کو تو رد کر سکتا ہوں مگر قرآن کو دلیل بنا کر نہیں کر سکتا۔ کیسا محسوس کر رہے ہیں آپ اس اصول کو دیکھ کر؟

قرآن میں اللہ نے قرآن کو ہی الفرقان بھی کہا ہے جسکا سادہ سا مطلب ہے سچ اور جھوٹ میں فرق کرنے والا۔ آپ سب اپنے اپنے علماء سے ضرور پوچھئے گا کہ یہ جو الفرقان کی خوبی ہے قرآن کی، یہ قرآن کی اپنی آیتوں پر لاگو کر کہ دیکھنی ہے کہ قرآن کی کون سی آیت ٹھیک ہے اور کون سی نہیں یا پھر قرآن کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اُس پر لاگو کر کے دیکھا جائے گا کہ کون سی حدیث، روایت، قول اور ان سب کو بیان کرنے والا سچا ہے یا جھوٹا۔ جو جواب آپ کو ملے وہ مجھے بھی بتائیں تا کہ میری بھی اصلاح ہو سکے۔

کتاب بذاتِ خود کوئی حیثیت نہیں رکھتی مثلاً آپ میری کتاب کو جو مرضی کہتے رہیں اس کو کیا فرق پڑنا ہے اصل میں تو آپ کا اختلاف یا اتفاق اس کے لکھنے والے سے یا جو نظریہ پیش کیا جا رہا ہوتا اُس سے ہوتا ہے۔ اسی طرح بخاری جو محمد بن اسماعیل نے لکھی صحیح مسلم جو مسلم بن حجاج نے لکھی اور اصول کافی جو محمد یعقوب کلینی کی تخلیق ہے۔ ویسے تو ڈھیروں ڈھیر کتابوں کے میسر ہیں کیونکہ پندرہ لاکھ احادیث کا ذخیرہ ہے جو چند کتابوں میں

تو پورا نہیں آئے گا مگر زیادہ مشہور آپ ان ناموں کو ذہن میں رکھئے گا میں لکھ دیتا ہوں الگ سے۔

محمد بن اسماعیل

مسلم ابن حجاج

محمد یعقوب کلینی

اصل میں ایک دوسرے کی حدیثوں کو غلط کہنے والے ان تینوں کی پر اعتراض کر رہے ہوتے ہیں اور ان کا دفاع کرنے والے بھی ان تینوں کا اور ان کے نظریات کا دفاع کر رہے ہوتے ہیں۔ میں صرف ایک آیت لکھ رہا ہوں آپ خود سوچئے گا قرآن آپ سے کیا کہہ رہا ہے۔

مفہوم : کیا تم ایسے ناموں پر لڑتے ہو جو تم اور تمھارے آباء لیا کرتے تھے، اُن ناموں کے لئے اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی ہے۔(الاعراف 71)

میرے علم میں ضرور اضافہ فرمائیے گا اگر ان ناموں کے لئے اللہ نے کوئی سند نازل کی ہو۔

اصل میں صرف اس سوال کی بات نہیں ہے جو مجھ سے پوچھا گیا، میں جہاں بھی جس جگہ بھی قرآن کی باتیں کرتا ہوں اور دوسری کتابیں جھوٹی پڑ جاتی ہیں حالانکہ میری نیت کسی

دوسری کتاب کو جھوٹا ثابت کرنے کی ہرگز نہیں ہوتی مسئلہ یہ ہے کو دو چیزیں اگر ایک دوسرے کے مخالف ہوں گی اور ایک کو سچا کہا جائے تو دوسری خود بخود جھوٹی ہو جائے گی تو اس کا ردّعمل کچھ لوگوں کی طرف سے یہ آتا ہے کہ میں انکی کتابوں کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے یہ سب تحقیق کر رہا ہوں۔ جب انھیں یہ یقین پیدا ہونے لگتا ہے ان کی کتابوں میں بہت جھوٹ اور غلطیاں موجود ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ پھر اس بات کی کیا تسلی ہے کہ قرآن وہی جو اللہ نے اتارا تھا کیونکہ اگر وہ سب کتابیں جن ذریعوں سے ہم تک پہنچی ہیں قرآن بھی انہیں ذریعوں سے ہم تک پہنچا ہے۔

خوب! یعنی اب قرآن کے الہامی کتاب ہونے کو بھی شک میں ڈال دیا گیا صرف اس وجہ سے کہ قرآن اُن کی کتابوں کو جھوٹ نمایاں کر دیتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے نبی کے کسی بھی ماننے والے کو تو یہ کہتے ہوئے زیب ہی نہیں دیتا کیونکہ ہم سب تو اس بات پر ایمان رکھتے ہیں قرآن الہامی کتاب ہے، یہ ہمارے نبی پر نازل ہوئی اور اس کی حفاظت کی زمہ داری بھی اللہ نے اپنے زمے لے رکھی ہے۔ مگر ہمیں صرف اپنے آپ کو نہیں دیکھنا کیونکہ قرآن پوری انسانیت کے لئے آیا اس لئے دنیا کے کسی مذہب سے آنے والا انسان، یا کسی بھی مذہب کو اور خدا کو بھی نہ ماننے والا انسان ہم سے یہ سوال پوچھنے کا حق رکھتا ہے کہ ثابت کرو قرآن الہامی کتاب ہے۔

اس سوال کے جواب کے لئے ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک ایسا ہی انسان جو خدا کے وجود تک پر یقین نہیں رکھتا اور ایک ایسا انسان جو خدا کے وجود کو تو مانتا ہے مگر قرآن کو الہامی کتاب نہیں مانتا وہ آکر یہ سوال پوچھتے ہیں کہ قرآن کیسے اللہ کی نازل کردہ کتاب ہے۔

اب وہ ساری حدیث کی کتابیں، فقہ و تاریخ کی کتابیں بے کار ہو جائیں گی کیونکہ جب کوئی انسان ہمارے نبی کو ہی نہیں مانتا تو انکی حدیث، سیرت و تاریخ بھی اس کے لئے بے معنی ہوگی۔ الغرض ہمیں گھوم پھر کے قرآن سے ہی مدد لینی پڑے گی کیونکہ قرآن کے آگے کسی کتاب کی کوئی اوقات نہیں ہے۔ ایسے انکار کرنے والوں یا ثبوت مانگنے والوں کو یہ کتاب خود اس طرح سے جواب دے رہی ہے۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ

ترجمہ: قرآن کا انکار کرنے والوں کو عنقریب ہم اپنی نشانیاں آفاق میں اور خود انکی اپنی ذات میں دکھاتے رہیں گے یہاں تک کہ اُن پر یہ بات کھل جائے گی کہ قرآن واقعی حقیقت ہے۔ (فصلت 53)

لیں جناب دو طریقے تو اس ایک آیت نے ہی بتلا دیے ہیں کہ کیسے پتہ چلایا جائے کہ قرآن حق ہے یا نہیں۔ پہلا یہ کہ قرآن کی حقیقت پوری کائنات میں نظر آتی رہے گی اور دوسرا انسان کی اپنی ذات کے اندر بھی۔ ابھی کے لئے میں بھی انھیں دونوں طریقوں پر ہی آپ کی توجہ مرکوز رکھنے کی کوشش کروں گا۔

آپ غور کریں چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ پہلے عرب کے صحراؤں کے بیچ میں جہاں لوگوں کو وقت دیکھنے کے لئے سورج کے سائے اور چاند کے بڑھتے گھٹتے جسم کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ جب زندگی کے سارے کام دن کی روشنی میں کیے جاتے تھے کیونکہ شام ہوتے ہی روشنی ختم ہو جاتی اور آگ کے علاوہ کوئی راستہ نہ تھا۔ جہاں فصلیں اگانے کے لئے بارش

کی دعاؤں کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا اور جہاں فصلیں خراب ہو جائیں تو کوئی دوائی میسر نہ تھی جو انھیں بحال کر سکے اور قحط پڑ جاتا تھا۔ جب کوئی تعلیمی ادارہ تک نہ تھا جہاں بچے بچیاں تعلیم حاصل کر سکیں ساری تعلیم گھروں تک اور کچھ مخصوص علم رکھنے والے افراد تک محدود تھی اور وہ خاص گھرانوں اور بااثر افراد کے بچوں کو دی جاتی تھی اور سب غلام قومیں اور قبائل اس سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے۔ عرب کے لوگ عجم کے لوگوں کو گرا ہوا سمجھتے تھے اور اس عمل پر سوال اٹھانے والوں کو بھی قبیلہ سے دربدر کر دیا جاتا تھا۔ بکریوں کے ایک پہاڑ کے دوسری طرف چلے جانے پر دو قبیلوں میں جنگ چھڑ جاتی ہے جو بیس سال تک جاری رہتی ہے اور سینکڑوں قبیلوں کے ہزاروں افراد کی جان لے لیتی ہے۔ ایسے حالات میں مکہ کے اندر ایک چالیس سالہ نوجوان نبی ہونے کا اعلان کرتا ہے اور ایسے ظالموں اور جاہلوں کے آگے آیت پیش کرتا ہے۔

أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَلَّن نَّجْمَعَ عِظَامَهُ ۝ بَلَىٰ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَن نُّسَوِّيَ بَنَانَهُ

ترجمہ : کیا انسان سمجھتا ہے ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کر سکیں گے کیوں نہیں ہم تو اسکی انگلیوں کی پور پور تک ٹھیک بنانے پر قادر ہیں۔ (القیامۃ 4-3)

انسان صرف اتنا ہی سوچتا تھا کہ جب میں مر جاؤں گا تو میری ہڈیوں کو اللہ کیسے پھر سے ایک ڈھانچے اور انسان کے سانچے کی شکل دے گا تو اللہ کو اس کا جواب یہ دینا بنتا کہ اللہ ہڈیوں کو ویسے ہی اکٹھا کرے گا جیسے پہلے انسان کی ہڈیوں کو بنایا گیا ہے۔ یہ سادہ جواب تھا مگر اللہ جواب دے رہا ہے ہم صرف ہڈیوں کو اکٹھا نہیں کریں گے بلکہ ہم تو ان

کے فنگر پرنٹ بھی ویسے ہی بنا دیں گے جیسے اصل میں تھے ۔ اردو میں ایک محاورہ اکثر استعمال ہوتا ہے' برے کو گھر تک چھوڑ کے آنا' اس کا مفہوم یہ نکالا جاتا کہ کسی کو لاجواب کر چھوڑنا ۔ میں جب بھی یہ آیات پڑھتا ہوں تو مجھے یہی محسوس ہوتا ہے کہ اللہ ان تمام بروں کو جو قرآن کی حیثیت پر اعتراض کرتے ہیں ان کو گھر تک چھوڑنے آ گیا ہے ۔ یہ ہے چودہ سو سال پرانی کتاب اور انسانوں نے انیسویں صدی میں آ کے سیکھا ہے کہ ہر انسان کے فنگر پرنٹ الگ ہوتے ہیں اور ان کا استعمال بیسویں صدی میں ممکن ہوا ہے ۔ مگر ایک کتاب جو عرب کے صحرا میں کھڑے بدوؤں کو بتا رہی ہے کہ اللہ مُردوں کو صرف زندہ نہیں کرے گا بلکہ ان کے فنگر پرنٹ بھی ٹھیک بنا کر قیامت کے دن ان کو پیش کرے گا ۔ جب بائیومیٹرک ٹیکنالوجی پر کام کرنے والوں کے بتایا گیا کہ قرآن نے یہ بات چودہ سو سال پہلے بھی بتا دی تھی تو ان کا کہنا تھا ہم نے مسلمانوں سے زیادہ ناقدر انسان دنیا میں نہیں دیکھا ہے ۔ یعنی وہ مان گئے کہ قرآن نے سائنس کے وہ راز چودہ سال پہلے افشاء کر دیے تھے جو انسانوں کو کھولنے میں صدیاں لگ گئیں ۔ اب آگے دیکھتے ہیں اُس علم کو جس کو جانداروں کا علم یعنی علمِ حیاتیات (Zoology) کہا جاتا ہے ۔

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ

ترجمہ : جب وہ چیونٹیوں کے علاقے میں پہنچے تو ایک چیونٹی بولی اپنے گھروں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو سلیمان کے لشکر تمہیں کچل دیں اور انھیں پتہ بھی نہ چلے ۔ (النمل 18)

اُس وقت کے لوگ یہ بھی اعتراض کرتے رہے کہ چیونٹی نے کہا یا نہیں کہا اس سے کیا

فرق پڑتا ہے اصل میں اعتراض کرنے کی عادت حقیقت پر نظر ہی نہیں پڑنے دیتی ۔ وہ اتنا اہم نقطہ سوچنے سے قاصر رہے کہ چیونٹی بول رہی ہے قرآن ہمیں یہ سکھا رہا تھا کہ چیونٹیاں بھی بولتی ہیں یہ ایسی سائنس تھی جس کو دوسری طرف سمجھنے میں انسانوں نے ہزار ہا سال لگا دیے ۔آپ پوری دنیا کے حیاتیات کے ماہرین سے رابطہ کرلیں ان سے پوچھیں ایک کتاب چودہ سو سال پہلے جانتی تھی کہ چیونٹیاں بول سکتی ہیں تو وہ کبھی نہیں مانیں گے یہ کوئی بھی انسان لکھ سکتا ہے ،ہمارے پاس کوئی چارہ ہی نہیں بچے گا اس کو الہامی کتاب مانے بغیر۔

یہی آیت ایک دوسرا سبق بھی سکھانا چاہ رہی تھی مگر ہم سوئے رہے۔ یہ وہ سائنس ہے جسے سائنسدانوں کو کھنگالنے میں صدیاں لگ گئیں ۔عربی زبان میں جب کوئی مذکر بات کرتا ہے تو لفظ استعمال کیا جاتا ہے 'قال' اور اسی طرح جب مونث بات کرتی ہے تو لفظ استعمال کیا جاتا ہے 'قالت' اب آپ اس آیت میں اوپر لکھی گئی عربی میں دیکھیں تو واضح نظر آجائے گا 'قالت' یعنی جو چیونٹی بات کر رہی ہے وہ مونث ہے ۔تحقیق سے سائنسدانوں نے ثابت کیا کہ زمین پر کام کرنے والی چیونٹیاں مادہ ہوتی ہیں اور ان کے پر نہیں ہوتے اسی لئے وہ مادہ چیونٹی دوسری مادہ چیونٹیوں کو کہہ رہی ہے کہ بلوں میں گھس جاؤ ۔اگر ان کے پر ہوتے تو یہ کہنا زیادہ بہتر تھا کہ اُڑ جاؤ کیونکہ ایسا کرنا آسان تھا اور لشکروں سے بچنا بھی مگر وہ کہہ رہی ہے کہ بلوں میں گھس جاؤ کیونکہ وہ جانتی تھی یہ اُڑ نہیں سکتیں۔ یہی بات سائنسدانوں نے صدیوں بعد کھوج لگائی کہ مادہ اور نر چیونٹی میں کیا فرق ہوتا ہے۔

اسی آیت سے قرآن نے ایک Assignment بھی دی تھی مگر ہم غور کرنے سے قاصر رہے۔ اس آیت سے اگلی آیت کا ابتدائی حصہ ملاحظہ فرمائیے۔

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا

ترجمہ: پھر چیونٹی کی بات سُن کر سلیمان مسکرائے۔ (النمل 19)

غور کیجیے وہ کون سا علم تھا جو چیونٹی کی بات بھی سُنا دیتا تھا اور سمجھا بھی، کوئی ٹیکنالوجی یا کوئی آلہ ایسا ممکن ہے جو انسان تک چیونٹیوں کی آواز پہنچا بھی سکتا ہے اور اس کو ہماری زبان میں ترجمہ کر کے پیش بھی کر سکتا ہے۔ اب اس کو معجزہ کہہ کر واہ واہ بھی کیا جا سکتا ہے اور تحقیق کر کے ایک نئی دریافت بھی کی جا سکتی ہے اختیار ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اگلی آیت دیکھیں کیا کہہ رہی ہے۔

وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ

ترجمہ: اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لیتی ہے۔ (التکویر 18)

خدا اور تاریخ گواہ ہے کہ اُس وقت کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ آیت کیا کہہ رہی ہے، نہ اس وقت کا کوئی طبیب، کوئی سائنسدان، نجومی، کوئی موسمیات کا ماہر یا ماہرِ ارضیات یہ جانتا تھا کہ صبح کیسے سانس لے سکتی ہے۔ آج بھی یا تو وہ اس کتاب کو اللہ کی کتاب مانیں گے یا پھر سر پکڑ بیٹھ جائیں گے کہ یہ کوئی جادو ہی ہے۔

آج اکیسویں صدی میں ٹیکنالوجی اور تعلیم کے عام ہونے کی مہربانی سے ہم سب جانتے ہیں زمین میں آکسیجن پائی جاتی ہے اسی کی وجہ سے ہم سانس لے پاتے ہیں اور جیسے جیسے ہم زمین سے دور ہوتے جائیں گے اور خلاء کی طرف سفر کرتے جائیں گے تو آکسیجن میں کمی آجاتی ہے اور جیسے ہی ہم زمین کے محور سے باہر نکلیں گے تو یہ آکسیجن بالکل ختم ہوجائے گی اگر اس وقت مصنوعی آکسیجن نہ ہو تو انسان کی سانس بند ہونا شروع ہوجائے اسکا گلا بند ہوتا جائے گا اور انسان کی موت واقع ہوجائے گی۔

فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

ترجمہ :پس جب اللہ ارادہ فرماتا ہے کسی کی رہنمائی کا تو اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جب کسی کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسکا سینہ جکڑ دیتا ہے اسے ایسا لگتا ہے جیسے وہ آسمان کی طرف پرواز کررہا ہے۔(الانعام 125)

سوچیں اس تاریکی اور جہالت کے دور میں جب انسان صرف زمین میں ہی سفر کرسکتا تھا تب قرآن مثال دے کر سکھا رہا ہے کہ جب زمین سے آسمان کی طرف سفر کیا جائے تو سینہ تنگ ہونے لگتا ہے ۔انسان کو یہ تب تک نہیں پتہ تھا کہ زمین کے محور سے نکلنے پر کیسی کیفیات ہوتی ہیں مگر قرآن تب بھی یہ بات کھول کر بیان کر رہا تھا۔ آج خلائی سائنسدانوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں وہ آج سے دو سو سال پہلے بھی اس موضوع پر خاموش نظر آئیں گے۔

اب آئیں ذرا فزکس کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔ آپ سب جانتے ہیں سائنسدانوں کو انیسویں صدی کے آخر میں پتہ چلتا ہے کہ ایٹم سب سے چھوٹا ذرہ نہیں ہے بلکہ اس سے بھی چھوٹے ذرّے پائے جاتے ہیں جن کو بعد میں آنے والی تحقیق نے نیوٹران، پروٹان اور الیکٹران کا نام دیا ہے اور ہم فزکس کی کتابوں میں یہ سب پڑھتے آئے ہیں۔ ہم فزکس کی کتابوں میں بس یہ نہیں لکھ پاتے کہ جس کو سائنسدانوں نے سو سال پہلے ذرّہ یعنی ایٹم کہا ہے اور اس سے چھوٹے حصے ہونے کا بھی دعویٰ کرتے ہیں یہی دعویٰ ایک کتاب نے چودہ سو سال پہلے کر دیا تھا۔

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ

ترجمہ : کوئی ذرّہ برابر شے بھی ایسی نہیں زمین میں نہ آسمان میں جو تمھارے رب سے چھپی ہوئی ہو نہ ذرہ سے چھوٹی نہ بڑی۔ (یونس 61)

کاش ہم اس قرآن کو پسِ پردہ ڈال کر فرقے بنانے کے بجائے تحقیق کی طرف توجہ کرتے تو ہم نیوٹن اور دوسرے سائنسدانوں کے اگر اوپر نہیں تو ہم پلّہ ضرور بیٹھ کر بتا سکتے تھے کہ ہم بھی چودہ سو سال سے فزکس جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ایٹم سے چھوٹی اشیاء بھی پائی جاتی ہیں جو وزن بھی رکھتی ہیں۔ یہ اکیلا قرآن اپنے آپ کو الہامی کتاب اور نبی کو اللہ کا سچا نبی ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ آپ دیکھ لیں اللہ نے کیسے آفاق میں نشانیاں دکھا کر چودہ سو سال پہلے دعویٰ کر دیا تھا کہ یہ کلامِ الٰہی ہے۔ اب آفاق و کائنات کی چند نشانیاں دیکھنے کے بعد انسان کی اپنی ذات والی نشانیوں پر غور کرتے ہیں کہ قرآن کیا کہہ رہا ہے۔

گائنا کولوجی پر کچھ بات کرتے ہیں امریکہ کے ایک ادارے جس کا نام WebMD ہے جو پوری دنیا میں انسانی صحت پر کام کرنے والے اداروں میں سب سے بڑے اور مشہور اداروں میں گنا جاتا ہے انھوں نے 2005 کی ایک تحقیق میں لکھا کہ عورت کے پیٹ میں بچہ ضائع ہونے کی جو بڑی وجوہات بتائیں ان میں سے ٹینشن، ذہنی تناؤ، حالات اور اردگرد کا ماحول سرِفہرست ہیں۔ انکی اس تحقیق میں لکھا گیا کہ انسانی ذہن پریشانی اور تناؤ کے دوران بہت سے ہارمون (Harmones) نکالتا ہے جس میں ایک اہم ہارمون کا نام Corticotropin-Releasing Hormone (CRH) ہے۔ بعد میں کی گئی مزید تحقیق میں پتہ چلا کہ یہ ہارمون جسم کے مختلف حصوں سے بھی ٹینشن کے دوران خارج ہوتے ہیں اور یہی ہارمون عورت کی بچہ دانی میں بچہ ضائع کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ اگر میں ایک جملے میں اس پوری تحقیق کو لکھوں تو یہ ثابت ہوگا کہ کوئی بھی ایسی صورت حال جو ذہنی تناؤ کا باعث بنے وہ حمل ضائع ہونے کا باعث بھی بن سکتی ہے اسی لیے ڈاکٹرز ان دنوں ٹینشن سے بچنے کی نصیحت کرتے نظر آتے ہیں۔ اسی صورت حال کو قرآن میں سورۃ الحج کے آغاز میں ایسے ہی واضح کر دیا گیا تھا پہلی آیت میں صورت حال بیان کی گئی ہے جو ذہنی تناؤ کا باعث بن رہی اور دوسری آیت میں ہی اس کے اثرات بھی بتا دیے گئے تھے۔

إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا

ترجمہ : بیشک قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑا ہوگا۔ اس وقت تم دیکھو گے ہر دودھ

پلانے والی اپنے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی کا حمل ضائع ہو جائے گا۔

(سورۃ الحج 2-1)

انسانوں کو آج سے دو سو سال قبل بھی نہیں پتہ تھا کہ عورت کے رحم کے اندر کیا چل رہا ہوتا ہے مگر میرا قرآن چودہ سو سال پہلے سوئی ہوئی انسانیت کو وہ باتیں بتا رہا جو آج کی مائکروسکوپ دکھا رہی ہے۔

اسی سے منسلکہ ایک اور علم ہے جس کو ایمبریالوجی (Embryology) کہا جاتا ہے جس میں عورت کے رحم میں نطفہ داخل ہونے سے لیکر انسانی شکل اختیار کرنے تک کی سب تفصیلات پر تحقیق کی جاتی ہے۔ ایمبریالوجی کے مطابق سترویں صدی سے لیکر بیسوین صدی تک سائنسدانوں نے انسانی نطفہ پر تحقیق کے دوران معلوم کیا کہ وہ پہلے پانی کی بوند ہوتی ہے جس سے وہ خون کے لوتھڑے کی شکل اختیار کرتی ہے پھر وہ خون بوٹی میں ڈھلتا ہے پھر بوٹی سے ہڈیاں اور ہڈیوں پر بوٹی چڑھا کر اسے باقاعدہ انسانی شکل مل جاتی ہے۔ آئیں اسی موضوع پر قرآن میں سورۃ المومنون کی آیت پر غور کرتے ہیں۔۔۔

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ

ترجمہ: پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کیا پھر خون کو گوشت کا ٹکڑہ پھر گوشت کے ٹکڑے سے ہڈیاں بنائیں پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر ہم نے اسے ایک نئی شکل دی۔

(المومنون 14)

ڈاکٹر کیتھ مور جو ایمبر یالوجی کے پروفیسر رہے ہیں اور اس تحقیق میں ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ جب تحقیق کے دوران اس نتیجے پر پہنچے تو ان کو کسی مسلمان ڈاکٹر نے بتایا کہ ایسا تو ہمارے قرآن میں چودہ سو سال پہلے سے لکھا ہوا ہے۔ڈاکٹر کیتھ مور کو یقین نہیں ہوا۔ انھوں نے خود قرآن کو پڑھا اور حیران ہو کر پوچھا کہ یہ کتاب کس نے لکھی ہے۔مسلمان ڈاکٹر نے بتایا یہ اللہ کی نازل کردہ کتاب ہے اور ہمارے نبی نے چودہ سال پہلے ہم تک پہنچائی۔ یہ سن کر ڈاکٹر کیتھ مور نے ایک تاریخی جملہ کہا تھا۔

''مجھے یقین ہے کہ محمد کے پاس کوئی مائکروسکوپ ہوگی ورنہ ایسا ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی چودہ سو سال پہلے یہ بات جانتا ہو''۔

بعد میں ڈاکٹر کیتھ مور اپنی سب تقاریر اور مضامین میں بھی قرآن کے الہامی کتاب ہونے کا ذکر کرتے رہے ہیں اسی سلسلے میں وہ 1980 میں سعودیہ میں شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی میں بھی لیکچر دے چکے ہیں۔ دنیا ایسے سائنسدانوں سے بھری پڑی ہے جو اس بات کے قائل ہو گئے کہ قرآن الہامی کتاب ہے کیونکہ ایسی باتیں اُس دور میں صرف کائنات کا خالق ہی جان سکتا ہے۔اس دور کی سائنس اور انسان دونوں کے بس سے باہر تھا یہ سب معلومات رکھنا۔آپ ان کے نام سے ضرور انٹرنیٹ پر سرچ کریں میں فی الحال اپنے موضوع پر واپس آتا ہوں۔

اب ایک مثال بیماری کی بھی بتا دیتا ہوں تا کہ مزید تصدیق ہو جائے۔ سائنسدانوں نے صدیوں تک تحقیق کی اور انسان کی بھول جانے کی بیماری اور اس کی علامات پر ہزاروں

تجربات کے بعد 1901 میں الزائمر (Alzheimer) نامی جرمن سائنسدان نے یہ بات ثابت کی کہ انسان میں ایک بیماری ایسی بھی ہے جس میں انسان بھولنا شروع ہو جاتا ہے۔ بعد میں اس بیماری کو بھی اسی سائنسدان کے نام سے منصوب کر دیا گیا اور آج ہم اس بیماری کو الزائمر کے نام سے جانتے ہیں۔ اس بیماری میں انسان روزمرہ کی ضروری باتیں تک بھی بھول جاتا ہے اور یہی چیز اس کی شخصیت، اسکے فیصلوں اور پرکھنے کے عمل پر بھی بُری طرح اثر انداز ہوتی ہے۔ اس کی مختلف منازل بھی بتائی گئیں جس میں آخری منزل پر پہنچ کر انسان اپنی مادری زبان کے الفاظ تک بھی بھولنا شروع ہو جاتا ہے۔ سائنسدان اس بات پر بھی متفق ہیں کہ یہ سب باتیں انسان کے دماغ میں یاداشت کے خانے میں محفوظ ہوتی ہیں مگر وہ ان تک رسائی نہیں حاصل کر پاتا۔ آئیے دیکھتے ہیں آج سے چودہ سو سال قبل قرآن کیا رہنمائی فرما رہا تھا جب پوری دنیا کے انسان اور سائنسدان اس سے بالکل بے خبر تھے۔

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا

ترجمہ: اور تم میں سے کوئی زندگی میں ایسے بُرے اور کمتر درجے میں چلا جاتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی کچھ نہیں جان پاتا۔ (سورۃ الحج 5)

دیکھیں مادری زبان کے الفاظ ہوں، روزمرہ کے کام یا انسان کی اپنی یاداشتیں، سب کچھ انسان کے علم میں ہوتا ہے مگر ان سے معلومات لینے کی صلاحیت جواب دے جاتی ہے اور یہی قرآن کی آیت نے واضح کر دیا تھا۔ اگر ہم اس کو صرف پڑھنے اور ثواب حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر تھوڑا سا غور کر لیتے تو شاید آج دنیا میں کوئی بھی بیماری لاعلاج نہ رہی ہوتی۔

میں نے ابھی ٹیکنالوجی اور سائنس کے شوق اور پھیلاؤ کو مدِنظر رکھتے ہوئے علمِ نباتات، علمِ حیاتیات وحیوانات، فنگر پرنٹ یعنی فارنزک سائنس، ارضیات، خلائی تحقیقات، فزکس، گائناکالوجی، ایمبریالوجی کے متعلق آیات بتا کر ثابت کیا ہے کہ قرآن الہامی کتاب ہے۔ یہ کہانی یہاں ختم نہیں ہوتی بلکہ یہاں سے تو شروع ہوتی ہے میں تو صرف اختصار کی خاطر باقی سائنسز کا ذکر نہیں کر رہا ورنہ ایک پوری کتاب تو صرف قرآن اور سائنس کی جدید تحقیقات کے موازنہ میں لکھی جاسکتی ہے۔ میں امید کر رہا ہوں کہ اب اس آیت کی مزید وضاحت ہوگئی ہوگی۔

ترجمہ: قرآن کا انکار کرنے والوں کو عنقریب ہم اپنی نشانیاں آفاق میں اور خود انکی اپنی ذات میں دکھاتے رہیں گے یہاں تک کہ اُن پر یہ بات کھل جائے گی کہ قرآن واقعی حقیقت ہے۔ (فصلت 53)

صرف سائنس ہی نہیں، میں آپ سب کو دعوت دیتا ہوں کہ اگر آپ سائکالوجی، سوشیالوجی، ہپناٹزم، ریکی، روحانیت، نجوم، حکمت، جادو، تاریخ یا اکنامکس کی مہارت رکھتے ہیں تو میں ان سب علوم کے ذریعے بھی ثابت کر سکتا ہوں کہ قرآن ایک الہامی کتاب ہے۔ ابھی تو قرآن ان موضوعات پر بھی بات کرتا ہے جہاں سائنس کی حدیں نہیں پہنچ پائیں۔ میں آپ کو صرف ایک آیت بتا کر اس موضوع کو ختم کر رہا ہوں۔

خود کو اشرف المخلوقات کہنے والے خوش فہم انسان بھول جاتے ہیں کہ اللہ نے انسان کو کبھی اشرف المخلوقات نہیں کہا نہ یہ الفاظ قرآن میں کہیں اس طرح سے استعمال کیے گئے۔ البتہ انسانوں کو ایک چیلنج ضرور دیا گیا ہے تا کہ وہ ہمیشہ تلاش کی لگن میں چلتا رہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا

ترجمہ : یقینا ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اسے خشکی اور سمندر میں سواریاں دی اور پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا اور ہم نے اپنی مخلوقات میں سے اکثر پر اسے بڑی فضیلت دی۔ (سورۃ اسراء 70)

لیں جناب قرآن نے آپ کو دوسری Assignment دے دی ہے یہ بتا کر کہ آپ بہت ساروں پر فضیلت تو رکھتے ہیں مگر سب پر نہیں۔ آیت خشکی اور سمندروں میں سواریوں، معاشی معاملات کا ذکر کرنے کے بعد بتا رہی کہ آپ سب سے افضل نہیں ہیں کچھ آپ سے بھی افضل ہیں۔ شاید کبھی سائنسدان خلاؤں کی سیر کے دوران کچھ ایسی مخلوقات ڈھونڈ لائیں جو ہم سے بھی بہتر عقل، سائنس، سواریاں، معیشت اور اللہ کی دی ہوئی فضیلت رکھتی ہوں۔ مگر ہمیں پریشان ہونے کی یا فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے یہ تو کافروں کا کام ہے وہ کر ہی لیں گے۔

وہ کسی پنجابی شاعر نے کیا خوب کہا تھا

لائی لگ مومن دے نالوں کھوجی کافر چنگا

(ایسے مومن سے جو آنکھیں بند کر کے کسی کے پیچھے چلتا ہے اُس سے وہ کافر بہتر ہے جو تلاش میں مگن ہے)

حرفِ آخر

وہ تشریف لئے گئے تو مجھے ویسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی کے ہاتھ کوئی پرانہ خزانہ آیا ہو اور کچھ ہی دیر بعد اُس سے چھن جائے دوسری طرف اُس خزانے کے کچھ موتی تھے جو جاتے جاتے وہ میرے پاس چھوڑ گئے کچھ وہ جو میں نے اپنی یاداشت کے مطابق لکھ دیے ہیں اور ایک وہ موتی جو کاغذ کی شکل میں مجھے اس ملاقات کے آغاز میں دیا گیا تھا۔ سردی کی اس رات میں کافی دیر کھڑے رہنے کے بعد جب مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اب تک وہ وہاں پہنچ گئے ہونگے جہاں میری ادب کی حدیں نہیں پہنچ سکتیں تو میں واپس بیٹھ گیا۔ میں نے اُن کا کافی کا کپ اُٹھایا اور اس میں جتنے قطرے بچے تھے سب پی گیا۔ میری کیفیت بالکل ایسی تھی جیسے میں آبِ حیات پی رہا ہوں میں نے تب تک کپ کو منہ سے لگائے رکھا جب تک کچھ آنے کی امید بھی ختم ہو گئی۔ کپ رکھنے کے بعد میں نے کاغذ کھولا جس میں سب سے اوپر یہ آیت لکھی ہوئی تھی۔

ترجمہ: اور کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو، جو تم دیکھتے ہو جو تم سنتے ہو اور جو تمھاری عقل فیصلہ کرتی ہے اس سب کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(سورۃ الاسراء 36)

گذارش:

میری اس ذاتی تحقیق، تخیل و کوشش کو اور میرے ان الفاظ کو کسی فرقے، کسی مذہب یا تحریک کے حق میں یا خلاف نہ سمجھا جائے۔ مجھ سے اگر لکھنے میں کوئی کمی کوتاہی رہ گئی ہے تو اللہ مجھے معاف کر دے، اگر نادانستگی سے آپ کی دل آزاری ہو گئی ہے تو آپ سے بھی معافی کی درخواست ہے۔ اللہ ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک طالب علم

حسنین ملک

imhassnain@gmail.com

اس ای میل پر آپ اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں۔

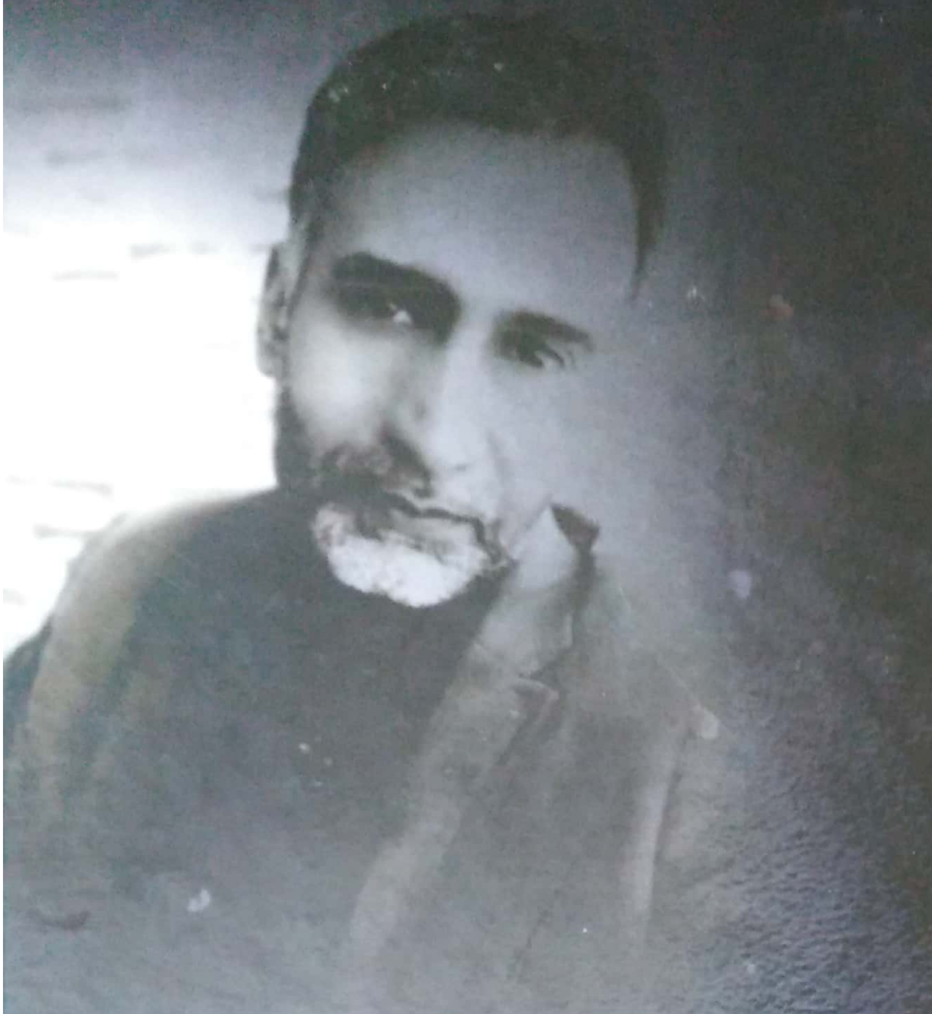

خدا کی کتاب، کتابوں کی خدا ہوتی ہے
اور خدا کے آگے کسی کی نہیں چلتی

تسکین ذوق پبلشرز
152-H/II ماڈل ٹاؤن لاہور

M.R.P Rs.700.00